سہ ماہی نئی دہلی

خبر نامہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

جلد نمبر:۹	جولائی تا ستمبر ۲۰۱۵ء	شمارہ نمبر:۴

ایڈیٹر

(مولانا) سید نظام الدین

خط و کتابت کا پتہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

76A /1، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵

Tel:. 011-26322991, Telefax:. 011-26314784

E-mail: aimplboard@gmail.com / Web: www.aimplboard.in

ایڈیٹر پرنٹر و پبلیشر سید نظام الدین نے اصیلہ آفسیٹ پرنٹرس دریا گنج نئی دہلی-۲ سے چھپوا کر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ 76A /1، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵ سے شائع کیا

فہرست مضامین

نمبرشمار	مضامین	اسمائے گرامی	صفحہ
۱	پیغام	(حضرت)مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۳
۲	اداریہ	(حضرت)مولانا سید نظام الدین	۵
۳	مرکزی دفتر بورڈ کی سرگرمیاں (مختصر رپورٹ)	وقارالدین لطیفی	۷
۴	کارروائی اجلاس مجلس عاملہ بورڈ لکھنؤ	مولانا رضوان احمد ندوی	۱۷
۵	یوگا —— ایک تجزیہ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۲۱
۶	یوگا —— ورزش یا طریقۂ عبادت	مولانا قیصر کمال نیازی	۲۴
۷	یوگا اسلامی تناظر میں	مفتی محمد فیاض قاسمی	۲۶
۸	آدم خور انسان	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۳۱
۹	گھر کا سربراہ کون؟ مرد یا عورت	مولانا محمد قمر الزماں ندوی	۳۴
۱۰	خواتین کی تعلیم وتربیت	مفتی محمد تبریز عالم قاسمی	۳۸
۱۱	حقوق العباد کی اہمیت	ابونصر فاروق	۴۱
۱۲	بہتان- ایک وبائی مرض	مولانا طارق شفیق ندوی	۴۴
۱۳	اعلامیہ	ادارہ	۴۵
۱۴	کارگزار جنرل سکریٹری بورڈ کا ایک اہم مکتوب	(حضرت)مولانا محمد ولی رحمانی	۴۷

پیغام

(حضرت مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم
صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فضل وکرم ہے کہ باوجود اس کے کہ یہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، لیکن ان کی تعداد مسلمانوں کے اکثریتی آبادی کے اکثر ملکوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہے، ہمارا یہ ملک جائے وقوع کے لحاظ سے مرکز اسلام سے خاصے فاصلہ پر ہے، جس کی وجہ سے اس کو اپنے پیش آمدہ مسائل میں عموماً اپنے یہاں کے علماء اور اہل فکر سے ہی مدد لینا ہوتی ہے، ان کے پیش آمدہ مسائل کا ایک حصہ تو اسی طرح کا ہوتا ہے، جیسا کہ مسلم اکثریتی ممالک میں ہوتا ہے، لیکن ان کے اقلیت میں ہونے کی صورت میں ان کو مزید حالات ومسائل سے سابقہ پڑتا ہے، جن کا تعلق مقامی صورت حال سے ہوتا ہے، یہاں کے مسلمانوں کے اسلاف نے سابق زمانے میں ملی مسائل کے ان دونوں طرح کے پہلوؤں میں ایسی فکر وتوجہ رکھی کہ اس کے نتیجہ میں یہاں کے مسلمانوں کے اہل علم افراد میں اپنے مسائل کو صحیح ڈھنگ سے حل کرنے کی صلاحیت پیدا ہوئی، اس صلاحیت کی بناء پر مسلمانوں کا اہل علم ودانش طبقہ حالات پر ضرورت کے مطابق نظر رکھتا ہے، اوران کے لیے مناسب حل نکالتا ہے۔

ہمارے کچھ ملی مسائل ایسے بھی سامنے آتے ہیں کہ ان کی فکر اگر بروقت نہ کی جائے، اوران کے لیے ضروری بندوبست نہ کیا جائے تو وقت گذرنے پر ان کے حل میں بہت دشواری پیدا ہوجاتی ہے، اس لیے ان کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے اہل بصیرت ان کو بروقت محسوس کریں اوران کا حل نکالیں، اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ کچھ مسائل ایسے بھی ہوتے ہیں جو وقتی حالات سے پیدا ہوتے ہیں، اور وقت کے گذرنے کے ساتھ وہ ختم بھی ہوجاتے ہیں، ان کی اس حیثیت کا اندازہ ہونے پر ان پر ایسی نظر رکھی جائے تاکہ وہ وقت گذرنے پر خود ختم ہوجائیں، اس کے لیے حکمت اور حسن بصیرت سے کام لینا ہوگا، تاکہ ایسا نہ ہو کہ وقت کے گذرنے پر وہ مسائل اور پیچیدہ ہوجائیں۔

ملت اسلامیہ کو اس ملک میں اپنے بقا وتحفظ کی جو ضرورت فی الوقت محسوس ہوتی ہے، وہ دراصل ان کے اپنے مذکورہ فریضہ میں کوتاہی کرنے کا نتیجہ ہے، اس کی وجہ سے اس کو اپنے بقا اور تحفظ کے مسائل سے وقتاً فوقتاً سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، خوشی کی بات ہے کہ اس ملک کے مسلمانوں نے اپنی اس ضرورت کے لیے وحدت اور حکمت عملی کی جو صورت آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی شکل میں اپنائی ہے، وہ الحمد للہ شریعت اسلامی کے تحفظ کے سلسلہ میں خطرہ بننے والے رجحانات کا مقابلہ کرنے کا ذریعہ بن رہی ہے، اس ادارہ کو تقریباً پینتالیس ۴۵ سال کی مدت ہو رہی ہے، جو نصف صدی کے قریب پہونچ گئی ہے، اور یہ ہندوستانی مسلمانوں کے لیے فال نیک ہے کہ وہ اس کی وحدت کو قائم رکھتے ہوئے اس کے افراد کو پابند شریعت کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔

ہم کو یہ بھی پیش نظر رکھنا ہے کہ ملک کی پالیسی میں کوئی بڑی تبدیلی لانے کے سلسلہ میں کسی بھی اصحاب اقتدار کے پیش نظر منصوبے جو بھی ہوں، ملک کے متفرق مذاہب اور کلچر کو مشترک دائرہ میں رکھتے ہوئے ہی حل کیا جاسکتا ہے، اور مزید یہ کہ وہ بین الاقوامی حالات کے اثرات سے پوری طرح باہر نہیں ہوسکتے، اس صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے بھی ہم کو حالات پر نظر رکھنا ہے، اور کسی قابل توجہ مسئلہ کے پیش آنے پر جس اقدام کی ضرورت محسوس ہو، اس کو حکمت عملی اور دور اندیشی کے ساتھ اختیار کرنا ہے، اقتدار کی باگ ڈور جن ہاتھوں میں ہو، ان کے سامنے یہ بات واضح کرنا ہے کہ دستوری بنیاد پر مسلمانوں کا جو شہری حق ہے، ان کو جمہوری اور دستوری بنیاد پر اس کی ادائیگی کرنا ہے، دستور کے لحاظ سے سارے شہریوں کے مذہبی وشہری زندگی کے حقوق کی ادائیگی اصحاب اقتدار پر لازم ہے، مسلمان بحیثیت اس ملک کے شہری ہونے کے لحاظ سے اپنے مذہبی حقوق حاصل کرنے کی پوری کوشش کریں گے، اصحاب اقتدار کی طرف سے منصفانہ اور برادرانہ طریقہ سے ان حقوق کی ادائیگی انجام پاجائے، تو آپس کی محبت اور رواداری بڑھے گی، اور ملک کی یکجہتی کو فائدہ پہونچے گا، اوراس میں ملک کا فائدہ بھی ہے کہ اتنی بڑی اقلیت جو ملک کی آبادی کا پانچواں حصہ ہونے کے لحاظ سے بیس کروڑ سے کم نہیں، اتنی بڑی تعداد کا

تعاون اور ان کی شرکت خوش دلی کے ساتھ نہ ہو تو ملک صحیح طور پر کوئی ترقی نہیں کر سکتا، اس لیے اکثریت و اقلیت کے درمیان جو ہم وطنی کا برادرانہ تعلق ہے، اس کی بناء پر جو حقوق بنتے ہیں، ان کی ادائیگی ملک کے اصحاب اقتدار پر پوری طرح عائد ہوتی ہے۔

اسی کے ساتھ ہم مسلمانوں کی خصوصی ذمہ داری ہے کہ اپنی زندگی کو اسلامی شریعت کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کے ذریعہ اور زندگی کے جو انسانی تقاضے ہیں ان کا خیال رکھتے ہوئے اپنے کو خیر امت ہونے کے بلند مقام پر لائیں، اور مؤثر کردار پیش کریں، جس سے دوسروں کی نظر میں ان کی خوبی عیاں ہو اور ان کو تحفظ وحق شہریت کے سلسلہ میں کوئی دشواری پیش آئے تو دستور اور شہری آزادی کے حق کے حوالے سے جو مناسب کوشش ہو، اس کو اختیار کر کے مسئلہ کو حل کریں۔

اس ملک کے دستور نے ہم کو اپنے مذہبی احکام پر عمل کرنے کے سلسلہ میں جو حق دیا ہے، اس حق کی بقاء کی فکر کا بنیادی کام بورڈ نے اپنے ذمہ لیا ہے، اور اس سلسلہ میں اس کو مسلمانوں کے تمام فرقوں اور ملی جماعتوں کی شرکت اور ان کا تعاون حاصل ہے، تحفظ شریعت کے معاملات کے علاوہ دیگر ملی معاملات کی فکر مسلمانوں کے دیگر جماعتوں اور اداروں میں تقسیم ہے، یہ مسائل و معاملات مختلف اقسام کے ہیں، وہ سیاسی بھی ہیں اقتصادی بھی، تعلیمی بھی ہیں اور ثقافتی بھی، اور ملکی معاملات سے بھی تعلق رکھتے ہیں، ان مسائل کی فکر اور کوشش کے سلسلے میں مسلمانوں کی متعدد جماعتیں اپنا اپنا فریضہ انجام دے رہی ہیں، بورڈ ان کی اہمیت کو سمجھتا ہے، اور ان کے کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اور کسی اہم معاملہ میں خصوصی طور پر تعاون کی ضرورت پڑ جائے تو وہ تعاون بھی دیتا ہے۔

تحفظ شریعت کے دائرہ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے جو ذمہ داری سنبھالی ہے، اس میں دستور کی رو سے احکام دینیہ پر عمل کرنے کے سلسلہ میں کسی بھی رکاوٹ کے پیدا کئے جانے پر اس کے ازالہ کا قانونی کام ہے، اس کے ساتھ خود مسلمانوں کو دینی احکام پر عمل کرنے کی تلقین کرنا جو اصلاح معاشرہ کے عنوان سے زیر عمل ہے، نیز اس ملک میں مختلف مذاہب والے قانون داں ہیں، ان سے مذہبی امور کے سلسلہ میں قانونی کام پڑتا ہے، لہٰذا تفہیم شریعت کا کام بھی اختیار کیا گیا ہے۔

بورڈ نے اپنے ذمہ یہ جو کام لیے ہیں وہ اس ملک میں جہاں ایک جگہ سے دوسری جگہ کی دوریاں بہت ہیں، اور ملک کی آبادی بہت پھیلی ہوئی ہے، اس کی وجہ سے کام بھی بہت پھیلا ہوا ہے، اس کے لیے جتنا عملہ چاہئے اور جتنے مصارف کی ضرورت ہے، وہ اس کو مہیا نہیں ہے، بورڈ عام طور پر رضا کارانہ کوششوں پر چلتا ہے، اور رضا کارانہ کام پر توجہ کرنے والے کم ہوتے ہیں۔

بورڈ چوں کہ سب جماعتوں اور مسلکوں کا نمائندہ ادارہ ہے، لہٰذا ضرورت ہے کہ اس کے اختیار کردہ کام کو مسلمانوں کی ملی جماعتوں کی طرف سے حسب ضرورت تعاون بھی ملتا رہے، اور یہ ان جماعتوں کے لیے مشکل نہیں، خاص طور پر اصلاح معاشرہ کا کام بڑی وسعت رکھتا ہے، ملک کی وسعت اور کام کی وسعت دونوں کو دیکھتے ہوئے دیگر تنظیموں کی طرف سے تعاون کی ضرورت ہے، اس صورت میں بورڈ کی طرف سے اختیار کردہ کام کی ادائیگی میں جو کمی محسوس کی جاتی ہے، وہ خاصی حد تک دور ہو سکے گی، اصلاح معاشرہ کا کام بہت اہمیت اور ضرورت رکھتا ہے، اس کی بعض خرابیاں بہت نقصان دہ ثابت ہو رہی ہیں۔

مسلمانوں کی آبادی جس تعداد میں اور ملک کے ہر جہت میں جس طرح پھیلی ہوئی ہے، اس کو خیر امت ثابت کرنے کا کام بہت اہم ہے، اس کام کی ادائیگی کے لیے بڑی توجہ اور افراد کی ضرورت ہے، یہ مسلمانوں کا ذاتی اور سب کا مشترک مسئلہ ہے، لہٰذا مسلمانوں کی تمام جماعتوں کے پروگرام میں اس کا حصہ ہونا چاہئے۔

بورڈ آج بھی اس ملک کے خاص حالات کے تناظر میں غور کر رہا ہے، اور تمام ارکان بورڈ سے ملت کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے پورے تعاون کے ملنے کی امید رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے ساتھ کی جانے والی مخلصانہ کوششیں کامیاب ہوتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ ہی ہماری اصل طاقت ہے، اور وہی ہماری کامیابی کی کلید ہے۔

بورڈ کے سابق ذمہ داران حضرات جن کی فکر و توجہ سے بورڈ کی تشکیل عمل میں آئی، اور ان کی یہ فکر و توجہ بورڈ کے کارگذاروں کے لیے رہنما بنی، وہ بورڈ کے کاموں پر رہنمائی کا ذریعہ بنتی رہے گی، بورڈ کے موجودہ ذمہ داران اور مختلف کمیٹیوں کے کنوینر حضرات کے ذریعہ بورڈ اسی راہ پر گامزن ہے، اور ان سب لوگوں کا تعاون بورڈ کی تقویت کا باعث ہے، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ بورڈ اس کی مدد سے اپنی قیمتی خدمات انجام دیتا رہے، اور اللہ کی مدد ہی تمام کامیابیوں کی کنجی ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین۔

اداریہ

شذرات

مولانا سید نظام الدین
جنرل سکریٹری بورڈ

ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جو مختلف مذاہب کا، مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کا مختلف رنگ ونسل کے لوگوں کا اور مختلف زبانوں کا گلدستہ ہے، یہی رنگارنگی اس کی اصل خوبصورتی ہے، جن لوگوں نے آزادی کی جنگ میں حصہ لیا، انہوں نے اپنی آنکھوں میں ایک ایسے ہندوستان کا خواب سجا رکھا تھا، جس میں تکثیریت کے باوجود بھائی چارہ ہوگا، رواداری ہوگی، تمام گروہوں کے ساتھ انصاف کیا جائے گا، وہ دنیا کے نقشہ پر ایک ایسے ملک کی حیثیت سے ابھرے گا، جو تنوع کے باوجود امن وامان اور اتحاد کا گہوارہ ہوگا، ملک کے آزاد ہونے کے بعد اسی جذبہ کے ساتھ دستور وآئین کی تدوین عمل میں آئی۔

لیکن بدقسمتی سے کچھ تنگ نظر لوگوں کو یہ سوچ پسند نہیں آئی، برطانوی عہد میں وہ بدیشی حکمرانوں کے نمک خوار رہے اور ان کا آلہ کار بن کر تحریک آزادی کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی پھر جب ملک آزاد ہوا تو اسی نفرت انگیز ایجنڈے کو آگے رکھتے ہوئے انہوں نے مرکز اقتدار تک پہنچنے کی سازشیں شروع کردیں اور آخر سیکولر جماعتوں کے باہمی تصادم اور کم ہمتی کی وجہ سے نیز خود مسلمانوں کے افتراق وانتشار کے سبب ایسی قوم دشمن طاقتیں اقتدار کے بام ودر پر قابض ہوگئیں اور آج اس بات کی کوشش کی جارہی ہے کہ اس ملک کو اس کے بنیادی کردار سے محروم کردیا جائے اور کثرت میں وحدت کو قبول کرنے کے بجائے سب کو ایک ہی رنگ میں رنگ دیا جائے، اس وقت یوگا، سوریہ نمسکار، وندے ماترم، گھر واپسی اور گاؤکشی پر پابندی وغیرہ کی جو بات کی جارہی ہے، وہ اسی فرقہ پرستانہ، قوم دشمن اور ملک دشمن جذبات کا مظہر ہے، اور مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ ایک داعی امت کی حیثیت سے وہ پوری جرأت اور دانش مندی کے ساتھ اس صورت حال کا مقابلہ کریں۔

انسانی زندگی کا ایک اہم شعبہ خاندان بھی ہے، انسان ایک ایسی مخلوق ہے کہ وہ تنہا زندگی نہیں گزار سکتا، اس کو اپنے گرد ایک حصار کی ضرورت پڑتی ہے، جو اس کا محافظ بھی ہو اور اُس کا معین ومددگار بھی، خاندان کی شمولیت کے بغیر اس کی خوشی ادھوری ہوتی ہے، اور اگر خدا نخواستہ وہ کسی مصیبت اور آزمائش سے دوچار ہو تو یہ مصیبت اس کے لیے دوچند ہوجاتی ہے؛ اس لیے خاندان کا وجود پرسکون زندگی کے لیے بے حد ضروری ہے، اسی لیے قرآن نے جیسے زندگی کے دوسرے شعبوں کے لیے ہدایات دی ہیں، اسی طرح خاندانی زندگی سے متعلق مسائل ۔۔۔ نکاح، طلاق، والدین واولاد کے حقوق، زوجین کی ایک دوسرے پر ذمہ داریاں، میراث کی تقسیم، ولایت وحضانت وغیرہ ۔۔۔ کے سلسلہ میں بھی واضح رہنمائی کی ہے؛ بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ قرآن

نے عبادات سے بھی زیادہ وضاحت اور تفصیل کے ساتھ سماجی و خاندانی زندگی سے متعلق اصول و جزئیات کی رہنمائی فرمائی ہے۔

اِن ہی قوانین کو ہمارے ملک میں ''مسلم پرسنل لا'' کہا جاتا ہے، ہمارا اسلامی فریضہ ہے کہ ہم کسی دباؤ کے بغیر خود اپنی رضامندی اور رغبت کے تحت قانونِ شریعت کے اِس حصہ پر عمل کریں، اور اس کی حفاظت کی جدوجہد میں بھی پوری قوت کے ساتھ شریک ہوں، حفاظت کی سب سے اہم تدبیر یہی ہے کہ ہم رضا کارانہ طور پر شریعت کو اپنائیں، اور مسلم سماج کا ایسا مزاج بنا دیں کہ اگر کوئی مسلمان اس سے اعراض کرے تو سماج اس کے رویہ کو قبول نہیں کرے، اور ہر مسلمان مرد وعورت یہ محسوس کرے کہ اگر ہم نے قانونِ شریعت سے ہٹ کر عمل کیا ،یا اس سے متصادم قانون سے فائدہ اٹھایا تو ہم سماج میں ایک باعزت شہری کی حیثیت سے زندگی نہیں گزار سکیں گے، اگر ہم ایسی فضا بنانے اور ایسا ماحول پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو کوئی طاقت قانونِ شریعت کے تحفظ میں سدِ راہ نہیں بن سکتی۔

مسلمان ملک میں بہت سے مسائل سے دوچار ہیں ،وہ معاشی اعتبار سے سب سے زیادہ پسماندہ گروہ ہیں، وہ تعلیم میں پیچھے ہیں، ہزاروں مسلمان نوجوانوں کو نا منصفانہ طور پر جیل کی کوٹھریوں میں ڈال دیا گیا ہے، منصوبہ بند فرقہ وارانہ فسادات نے مسلمانوں کو بے شمار جانی و مالی نقصان پہونچایا ہے؛ لیکن ان سب سے بڑا خطرہ وہ ہے جو اس وقت سر پر منڈلا رہا ہے، اور وہ خطرہ ہے مسلمانوں کی نئی نسل کو ایمان سے محروم کرنے کا، نصابِ تعلیم ،اسکول کا ماحول اور تعلیم و تربیت کا نظام ،اِن سب کو مشرکانہ رنگ میں رنگنے کی کوشش جاری ہے، اور پوری سرگرمی کے ساتھ اس پر عمل کرنے کی کوشش ہو رہی ہے، اور سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ فرقہ وارانہ ایجنڈے کو سیاسی ہتھیار بنا لیا گیا ہے، اور اقتدار کے بام و در تک پہونچنے کے لیے ایک آسان اور سہل الوصول راستہ کے طور پر اس کا استعمال کیا جا رہا ہے؛ حالانکہ حکومت کا یہ عمل ملک کے دستور کے مغایر اور اس اصول کے منافی ہے جس پر وطن عزیز کے معماروں نے اس تکثیری معاشرہ پر مبنی ملک کی بنیاد رکھی تھی۔

اس صورت حال کا مقابلہ تمام مسلمانوں کو مل جل کر کرنا ہوگا ،مسلک و مشرب کے اختلاف سے اوپر اٹھ کر جدوجہد کرنی ہوگی، ایک طرف سیاسی اور عدالتی سطح پر سرکاری اسکولوں میں ایک مخصوص مذہب کی تعلیم اور ثقافت کو رواج دینے کی مخالفت کرنی ہوگی، اور اس کے لیے انصاف پسند برادرانِ وطن کا بھی تعاون حاصل کرنا ہوگا، اور دوسری طرف خود مسلمانوں کو ایسے تعلیمی ادارے قائم کرنے ہوں گے، جو معیاری عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلامی ماحول میں بنیادی دینی تعلیم کی سہولت فراہم کرتے ہوں، اور صرف تجارتی بنیادوں پر ان کا قیام عمل میں نہ آیا ہو؛ بلکہ ایک دینی مشن کے طور پر اس خدمت کو انجام دیا جا رہا ہو۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح کمر بستہ ہے، اور جرأت اور حکمت کے ساتھ پیش آنے والے مسائل سے نمٹنے کی کوشش کر رہا ہے، لیکن اس کی اصل طاقت مسلمانوں کا اتحاد اور اس تحریک میں مسلمانوں کی شمولیت ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ملک میں امن وامان اور مذہبی ہم آہنگی کو قائم رکھے، اور مسلمان اپنی شریعت اور اپنے تشخصات کے ساتھ یہاں زندگی گزار سکیں اور اس کی تعمیر و ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کر سکیں۔

❀❀❀

بورڈ کی سرگرمیوں کا مختصر خاکہ

مرتب: وقارالدین لطیفی

بورڈ کے جے پور اجلاس میں منظور کی گئی قراردادوں پر عمل آوری کیلئے مؤرخہ ۷؍جون ۲۰۱۵ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بورڈ کی مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس منعقد ہوا، جس کی مکمل روداد علیحدہ سے اس شمارہ میں شامل کیا گیا ہے۔

دین اور دستور بچاؤ تحریک

- بورڈ کی مجلس عاملہ منعقدہ ۷؍جون ۲۰۱۵ء نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ''تمام طبقات کو ساتھ لے کر ''دین اور دستور بچاؤ'' تحریک شروع کی جائے اور انہیں تمام طبقات کے لوگوں کو بھی شریک کیا جائے اسی پس منظر میں سب سے پہلے ۱۳؍اگست ۲۰۱۵ء کو حسب ذیل اخباری بیان جاری کیا گیا:

ہمارا ملک جمہوری، آزاد، خودمختار اور سیکولر ملک ہے، اس کا خاص امتیاز یہ ہے کہ یہاں مختلف مذاہب اور الگ الگ تہذیبوں سے جڑے ہوئے افراد ملتے ہیں، اور یہاں کے ہر ایک شہری کو اپنے عقیدے اور مذہب پر عمل کی بھرپور آزادی حاصل ہے، اور اختلاف مذہب وتہذیب کے باوجود اتحاد اور کثرت میں وحدت کا حسین منظر یہاں دیکھنے کو ملتا ہے، یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بھارت کے آئین کی ترتیب وتشکیل کے وقت اس بات کا پورا خیال رکھا گیا تھا کہ بھارت کے ہر ایک شہری کو ظلم وستم سے نجات اور زندگی کے ہر مرحلے میں برابری اور انصاف ملے، بڑے افسوس اور دلی رنج وصدمہ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بھارت کے آئین کے بنیادی اصولوں سیکولرزم، انصاف، آزادی مساوات اور باہمی اخوت اور بھائی چارگی کو بڑی بیدردی کے ساتھ پامال کیا جارہا ہے، اور بھارت کو سیکولر اسٹیٹ سے تبدیل کر کے ایک خاص تہذیب کے رنگ میں رنگنے کی بھرپور سازشیں کی جارہی ہیں، نیز مختلف مذہبی، لسانی، تہذیبی اور سماجی اکائیوں کے ساتھ ظلم اور ناانصافی کا رویہ اختیار کیا جارہا ہے، دبے کچلے انسانوں کو مزید دبانے اور ان کے حقوق سلب کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

ملک کی دوسری بڑی اکثریت مسلمان ہیں ان کے پاس سب سے بڑی دولت ان کا دین اور عقیدۂ توحید ہے جس سے وہ کسی قیمت پر بھی دستبردار نہیں ہوسکتے لیکن افسوسناک صورت حال یہ ہے کہ مسلمانوں سے ان کا دین وایمان چھیننے اور انہیں ایک خاص تہذیب کا پابند بنانے کے لئے پورا زور صرف کیا جارہا ہے، یوگا، سوریہ نمسکار، وندے ماترم اور اسکولوں کے نصاب ونظام تعلیم میں بڑے پیمانے پر تبدیلی کے پیچھے یہی ذہن کارفرما ہے علی الاعلان ۲۰۲۰ء تک مسلمانوں کے خاتمے کی بات کہی جارہی ہے ان کے شعائر کو نشانہ بنایا جارہا ہے مدارس اور مساجد کے معاملہ میں دخل اندازی کی جارہی ہے از کار رفتہ قوانین کی فہرست میں ان قوانین کو بھی شامل کیا گیا ہے جن کا خاتمہ درحقیقت مسلم پرسنل لا کا خاتمہ ہے، اسی کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف بڑے پیمانے پر نفرت پھیلانے اور ملک کے دوسرے باشندوں کے سامنے مسلمانوں کو مجرم، دہشت گرد، امن دشمن، وطن مخالف کی شکل میں پیش کرنے کا سلسلہ بھی پورے زور وشور سے جاری ہے جس کی وجہ سے ملک میں کشیدگی بڑھ رہی ہے اور نفرت کا بازار گرم ہورہا ہے۔

موجودہ صورتحال یہ ہے کہ بھارت کے آئین کے سلسلے میں بدترین خدشات ہیں اور مسلمانوں کا دین وایمان بھی خطرے میں ہے، ملکی حالات کے تناظر میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے ملک گیر پیمانے پر ''دین اور دستور بچاؤ تحریک'' شروع کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ پہلے مرحلے میں مسلمانوں کو آواز دیتا ہے کہ وہ اپنے دین وایمان کے تحفظ کے لئے سرگرم عمل ہوجائیں اور اس عزم کو اپنے دلوں میں تازہ کریں کہ ہم اس ملک میں اپنے تمام تر تشخصات کے ساتھ دین و ایمان کی حفاظت کرتے ہوئے رہیں گے اور اپنے عقیدہ ومذہب کے سلسلے میں کسی طرح کی سرکاری یا غیر سرکاری مداخلت برداشت نہیں کریں گے، اور عقیدہ توحید کو جان کی قیمت پر بھی ہاتھ سے جانے نہ دیں گے۔

اسی طرح آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ملک کے باشندوں، بالخصوص مختلف مذہبی، لسانی، تہذیبی اور سماجی اکائیوں کو آواز دیتا ہے کہ وہ دستور ہند کے تحفظ وبقا، ظلم کی مخالفت اور مظلوموں کی حمایت کے سلسلے میں فکرمندی کے ساتھ مشترکہ جدوجہد کے لئے تیار ہوجائیں، اور مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے چلائی جانے والی عوامی تحریک میں حصہ لیں کہ یہ وقت کی اہم ضرورت اور حالات کا تقاضا ہے۔

رائے عامہ کی بیداری کے لئے پہلے مرحلے میں ملک کے بڑے بڑے شہروں اور مرکزی مقامات پر جلسوں، سیمینار اور سمپوزیم کا انعقاد کیا جائے گا

اسی طرح مختلف اقلیت کے قائدین، اور سیکولر ذہن رکھنے والے برادران وطن سے رابطہ کرکے انہیں اس عوامی تحریک میں شریک کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

● بورڈ کی آواز پر بورڈ کی مجلس عاملہ کے رکن جناب عارف مسعود صاحب بھوپال نے بھوپال اور مدھیہ پردیش کے ارکان بورڈ، ائمہ مساجد، مدرسوں اور تنظیموں کے سربراہوں اور سرکردہ علماء کو ساتھ لے کر اپنے معاونین خاص طور پر قاری عظمت شاہ مکی صاحب کے بھرپور تعاون سے بورڈ کے کارگزار جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی قیادت میں باقاعدہ پہلے پریس کانفرنس اور اسی دن عوامی اجلاس کے ذریعہ اس تحریک کا آغاز فرمایا۔ کانفرنس کے موقع سے تمام صحافیوں کی خدمت میں ۱۷راگست ۲۰۱۵ء کو حسب ذیل صحافتی بیان پیش کیا گیا:

مرکز میں اقتدار کی تبدیلی کے بعد سے ملک کے حالات بڑی تیز رفتاری کے ساتھ بدل رہے ہیں، اور دن بدن نازک ہوتے جارہے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ برسر اقتدار طبقہ ملک کو نفرت وعداوت، باہمی کشاکش اور طبقاتی کشمکش کی راہ پر لے جانا چاہتا ہے، اور ایک مخصوص مذہب اور خاص تہذیب کو پورے ملک پر مسلط کرنے اور ملک میں بسنے والی تمام مذہبی، لسانی، سماجی اور تہذیبی اکائیوں سے ان کا عقیدہ ومذہب چھین لینے کی خواہش رکھتا ہے۔

اس بات سے بھی فکرمندی میں اضافہ ہوتا ہے کہ فرقہ پرستوں کے حوصلے دن بدن بڑھتے جارہے ہیں، اور وہ اپنے ناپاک عزائم کو جلد از جلد پورا کرنے کی کوشش کررہے ہیں، معاملہ مختلف مذاہب کے ماننے والوں کی عبادت گاہوں کے انہدام کا ہو، یا مسلمانوں کے مدارس ومکاتب پر شب خون مارنے کا، مرحلہ بھارت کے دستور میں ترمیم وتبدیلی کا ہو یا سرکاری اسکولوں کے نصاب ونظام تعلیم کو ایک خاص رنگ میں رنگنے کا، ان تمام باتوں کے پیچھے وہی فرقہ پرستی کام کررہی ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا اور جو ملک کے تحفظ وبقا کے لئے سخت نقصاندہ اور اس کی تعمیر وترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

ایک بہت اہم مسئلہ بھارت کے دستور کی اہم بنیادوں آزادی، مساوات، انصاف اور باہمی اخوت وبھائی چارگی کا ہے، اب جو صورتحال پورے ملک میں بنائی جارہی ہے اس کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہیکہ بھارت کے سیکولر دستور اور اس کی مذکورہ بالا اہم بنیادوں کو خطرہ لاحق ہوگیا ہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ملک کی اس تشویشناک صورت حال پر اپنی فکرمندی کا اظہار کرتا ہے اور سیکولر دستور کی بقا مختلف مذہبی، تہذیبی اور سماجی اکائیوں پر ہونے والے مظالم کے تدارک اور مسلمانان ہند کے دین وایمان کی حفاظت کے لئے پورے ملک کی سطح پر ”دین اور دستور بچاؤ تحریک“ چلانے کا اعلان کرتا ہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے ملک میں بسنے والی تمام مذہبی، تہذیبی، لسانی اور سماجی اکائیوں کو آواز دی جاتی ہے کہ وہ فرقہ پرستی سے مقابلہ، سیکولر دستور اور اپنے اپنے مذہب وتہذیب کی حفاظت کے لئے آگے آئیں، اور متحدہ عمل واقدام کے ذریعہ ملک کے منظر نامے میں تبدیلی کی بھرپور کوشش کریں۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مسلمانان ہند کو بھی آواز دیتا ہے کہ وہ اپنے اور اپنی نسلوں کے دین وایمان کی حفاظت، اور مختلف مذہبی، تہذیبی، لسانی اور سماجی اکائیوں پر ہونے والے مظالم کے خاتمے کی فکر کریں اور بورڈ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ”دین اور دستور بچاؤ“ تحریک کا حصہ بن جائیں۔

● پریس کلب آف انڈیا، نئی دہلی میں ۲۱راگست ۲۰۱۵ء کو دیگر طبقات کے سربراہوں کے ساتھ مشترکہ پریس کانفرنس منعقد کی گئی اس پریس کانفرنس کے موقع سے حسب ذیل مشترکہ اخباری بیان، کامن مینمم پروگرام اور اعلامیہ منظور کرنے کے بعد جاری کیا گیا:

بھارت میں مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کی مذہبی تنظیم ”آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ“ کا ایک اجلاس عام مارچ 2015 میں جے پور میں ہوا، جس میں مسلمانوں اور دیگر سماجی ومذہبی اکائیوں میں مذہبی آزادی پر حملے سے متعلق مختلف مسائل پر بحث کرتے ہوئے بورڈ نے مجلس عاملہ کو اس سلسلے میں مناسب اقدامات کرنے کا اختیار دیا تھا، چنانچہ لکھنؤ میں مؤرخہ ۷رجون ۲۰۱۵ء میں منعقد مجلس عاملہ کے اجلاس میں بھارت کے آئین میں شامل بنیادی حقوق کی حفاظت کرنے کے لئے ایک ملک گیر تحریک شروع کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور AIMPLB کے کارگذار جنرل سکریٹری مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب کو مسلمانوں اور دیگر مذہبی اقلیتوں اور سماج کے کمزور طبقوں کے ساتھ مل کر عام بیداری پیدا کرنے کے لئے ایک ملک گیر تحریک شروع کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی دعوت پر مختلف مذہبی اقلیتوں اور سماج کے کمزور طبقوں کے متعدد رہنماؤں نے بتاریخ ۱۸راگست ۲۰۱۵ کو انڈیا انٹرنیشنل سینٹر، نئی دہلی میں ایک میٹنگ کی، اور متفقہ طور پر ایک ”مشترکہ پروگرام“ (Common Minimum Programme) اور تحریک شروع کرنے کا ایک اعلامیہ (Declaration) منظور کیا۔

اس اجلاس میں یہ بھی محسوس کیا گیا کہ:

شیڈول کاسٹ اور شیڈول ٹرائب کو آئینی ضمانت دیئے جانے کے باوجود ان کے سماجی، تعلیمی اور اقتصادی تحفظات سے متعلق خدشات آزادی کے 68 سال کے بعد بھی ابھی تک زائل نہیں ہوئے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک چھوٹی سی اقلیت مختلف سرکاری اور نیم سرکاری شعبوں میں اعلی عہدوں پر حاوی ہے، اور یہ حقیقت

ہے کہ مذہب کے نام پر بھی ان کے استحصال کی کوشش برابر جاری ہے۔

یہ بھی محسوس کیا گیا کہ:

جنوبی بھارت کی Lingayat کمیونٹی جس کو آزادی سے پہلے کے دور میں ایک اقلیت کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا تھا، اسے ناجائز طور پر ''ہندو'' فرقے کے اندر ضم کرلیا گیا ہے۔ Lingayat کمیونٹی کو ایک علیحدہ اقلیت کی حیثیت سے تسلیم کیا جانا چاہئے۔

نیز یہ کہ 1984 کے بڑے پیمانے پر سکھ مخالف فسادات کے سلسلے میں انصاف نہ ملنے سے سکھ قوم کے ساتھ زبردست زیادتی ہوئی ہے، اور افسوس ناک بات یہ ہے کہ مجرم افراد اب بھی آزادی کے ساتھ گھوم رہے ہیں۔ سکھ بھی ایک الگ مذہبی اکائی ہیں، اس کے باوجود ان کو زبردستی ہندو قرار دیا جاتا ہے، حالانکہ سکھوں کی طرف سے اس کے خلاف بھی برابر آواز اُٹھائی جاتی ہے۔

مندوبین کی متفقہ رائے یہ بھی تھی کہ گرجا گھروں پر دن رات حملے کئے جارہے ہیں؛ جبکہ Kandamals کے مجرموں کے خلاف ابھی تک کوئی کاروائی نہیں کی گئی ہے۔ نیز یہ کہ کرسمس کے دن کی بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ اہمیت کو Good Governance دن کے طور پر اعلان کرکے کم کیا جارہا ہے۔ یہ اس فرقے کی توہین وتذلیل کے مترادف ہے جس نے ملک کے عوام کی تعلیمی وسماجی ترقی کے لئے اہم کردار ادا کیا ہے۔

مسلم پرسنل لابورڈ بار بار یہ بات دوہراتا ہے کہ مسلمانوں کا سب سے زیادہ قیمتی سرمایہ خدا کی وحدانیت پر ان کا ایمان ہے، وہ کسی بھی قیمت پر اس کو ترک نہیں کرسکتے ہیں، یہ بہت افسوسناک ہے کہ کچھ متعصب عناصر یہ کوشش کررہے ہیں کہ انہیں اپنے عقائد سے ہٹا کر ایک خاص نظریہ پر عمل کرنے پر مجبور کردیا جائے۔ یوگا، سوریہ نمسکار، وندے ماترم اور اب بھگوت گیتا کو نصاب میں شامل کر دیا گیا ہے اور ایسے ہی متعصب سوچ رکھنے والے دماغوں کی طرف سے ان چیزوں کو تعلیم کا ایک لازم حصہ بنایا جارہا ہے، کھلم کھلا اعلان کیا جارہا ہے کہ 2020 تک مسلمانوں کو ختم کردیا جائے گا، لہٰذا اس صورت حال کو سامنے رکھ کر آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ ملک کی دیگر مذہبی اقلیتوں، شیڈول کاسٹ، شیڈول ٹرائبس اور ملک کے دیگر سنجیدہ و باشعور شہریوں کو ساتھ لے کر ''دین اور دستور بچاؤ تحریک'' کا اعلان کرتا ہے، اس تحریک کے لئے ہم سب نے مل کر جو Common Minimum Programme بنایا ہے؛ وہ یہ ہے:

Common Minimum Programme

ہم بھارت کی قوم نے ایک ایسا دستور بنایا ہے جسے بجا طور پر دنیا کے بہترین دستوروں میں شمار کیا جاسکتا ہے، اس آئین کے بنیادی ستون انصاف، حقوق کی آزادی، مساوات، اور اخوت و بھائی چارہ ہیں مگر آج ان میں سے ہر ستون کو شدید خطرہ لاحق ہے۔

ہمارے آباء واجداد جنہوں نے اس آئین کو بنایا ان کے ذہنوں میں یہ بات مکمل طور پر واضح تھی کہ آئین کے ذریعہ بھارت کے ہر باشندے کو مذہب و برادری، زبان وجنس اور ذات پات کے کسی فرق کے بغیر برابر کا تحفظ اور مواقع کی ضمانت ملے۔ اور یہ کہ آئین کے ذریعہ سے عقیدہ ومذہب اور عبادت کی آزادی، پرامن و بقائے باہمی اور خوشحالی ملے، اور خاص طور پر غریب، پچھڑے اور مظلوم طبقات کے لئے ترقی وخوشحالی کو یقینی بنایا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ آئین میں یہ بات خصوصیت کے سے ذکر کی گئی ہے کہ بھارت ایک سیکولر ملک رہے گا۔ جس کی بنا پر حکومت کا نہ کوئی سرکاری مذہب ہوگا، نہ وہ کسی مذہب کو فروغ دے گا اور نا ہی اس کی پشت پناہی کرے گی، اور مزید یہ کہ وہ کسی کے ساتھ دین و مذہب کی بنیاد پر امتیازی سلوک نہیں برتے گی۔ بھارت کے ہر شہری کو یہ آزادی ہوگی کہ وہ جس مذہب کو چاہے اپنائے اور اس کی تبلیغ کرے۔

آئین، حکومت کو اس بات کا بھی پابند بناتا ہے کہ وہ غربت، بھوک، محتاجی، دولت کے چند ہاتھوں میں ارتکاز اور معاشی نابرابری کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے، اور حکومت اس امر کو یقینی بنائے کہ تعلیم، صحت اور مناسب روزگار ہر ایک کے لئے مہیا ہو۔

مگر آج کل مذہبی اقلیتوں پر، ان کی عبادت گاہوں اور ان کی املاک پر، ان کی مذہبی شناخت کو بنیاد بنا کر حملے کرکے ان کے اندر دوسرے نمبر کے شہری ہونے کا احساس پیدا کیا جارہا ہے۔ جس کی واضح مثال، مسلمانوں اور عیسائیوں کو ایک مخصوص مذہب کو جبراً قبول کرانے والے واقعات ہیں جو ''گھر واپسی'' کے نام سے وقوع پذیر ہورہے ہیں، جبکہ حقیقت میں بھارت تمام فرقوں کا ''گھر'' ہے، اور سب برابر ہیں۔

یہ اور اس طرح کے واقعات، آئین کی جانب سے دئے گئے مذہبی آزادی کے حقوق کی ضمانت کا مضحکہ اڑاتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔

دولت کی بڑھتی نابرابری، بھوک مری اور غربت وافلاس، قلت تغذیہ، اس کے ساتھ ساتھ زراعت، تعلیم اور صحت کے میدان میں بڑھتی غفلت و لاپرواہی، عوام الناس میں فروغ پاتا ہوا معاشرتی عدم تحفظ کا احساس، یہ اور اس طرح کے امور بھی اس ملک کے باشندے ہونے کی حیثیت سے ہمارے لئے باعث فکر وتشویش ہیں۔

اس لئے آج بروز منگل ۱۸ راگست ۲۰۱۵ء کو ہم اس ملک کے شہری، بلا

تفریق ،دین ومذہب ،جنس وذات پات،اور زبان ونسل ''ایک عمومی متفقہ ایجنڈے''پراتفاق کرتے ہیں اور متفقہ طور پر یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم سب ان درج ذیل مقاصد کے لئے ہر ممکن مشترکہ جدوجہد کریں گے۔

۱۔ ملک کے آئین کے تحفظ اور اس کے بنیادی اقدار،سکولرزم، انصاف، آزادی،مساوات اور بھائی چارگی پرعملدرآمد کو یقینی بنانا۔

۲۔ تعلیمی نظام اور نصاب کے سیکولر اور سائنٹفک مزاج اور کردار کے تحفظ اور اس کے خلاف اٹھائے جانے والے ہر قدم کے خلاف جدوجہد۔

۳۔ ہم کو،یا ملک کی کسی بھی سماجی یا مذہبی اکائی کو عقیدہ و مذہب کی آزادی سے محروم کرنے والی ہر مداخلت کی پرزور مخالفت۔

۴۔ ہر ایسے اقدام کی مخالفت جو بھارت کے غریب عوام کی خوشحالی،تعلیم،صحت اور سماجی تحفظ کے سلسلہ میں ریاست کی ذمہ داری کو کم کرے۔

۵۔ مذکورہ بالا مسائل میں عوامی بیداری پیدا کرنے کے لئے عوام کے مسلسل رابطے میں رہنا اور ملک گیر پیمانے پر اس سلسلہ میں تحریک برپا کرنا۔

اعلامیہ

ہم دستخط کنندگان ذیل مذکورہ بالا مقاصد کے لئے **ایک** Common Minimum Programme کے تحت جمہوری اور پر امن طریقے سے اجتماعی جدوجہد کا عہد کرتے ہیں جب بھی ہمیں اس مقصد کے لئے بلایا جائے گا ہم حاضر رہیں گے،ہم ہر اس کوشش میں تعاون کا بھی عہد کرتے ہیں جو اپنے ملک کے سیکولر اور جمہوری آئین کے تحفظ اور زندگی کے تمام شعبوں میں مؤثر طریقے سے عملدرآمد کے لئے کی جائے گی۔

مذکورہ بالا کامن مینمم پروگرام اور اعلامیہ پر حسب ذیل لوگوں نے دستخط فرمائے۔

۱۔محمد ولی رحمانی،۲۔اے سی مائیکل،۳۔ بامن میشرام،۴۔جگت گرو جے مرتو نجے،۵۔سوامی کرنیشور،۶۔اشوک امبیڈکر،۷۔راج رتن امبیڈکر،۸۔کمال فاروقی

اصلاح معاشرہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کی تحریک اصلاح معاشرہ کمیٹی (برائے خواتین) کے تحت خواتین وطالبات کیلئے خصوصی **خواتین کانفرنس** بعنوان **''اصلاح معاشرہ''بتاریخ: 9/اگست، 2015 ،بروز:اتوار**، بمقام: **اکولہ**،مہاراشٹرا میں منعقد ہوئی۔ پوری کانفرنس کل تین نشستوں پر مشتمل تھی۔ پہلی نشست کی صدارت محترمہ فوزیہ متین صاحبہ نے کی،اس نشست میں فہم قرآن انسٹی ٹیوٹ کے ذمہ داران واساتذہ شریک تھے۔ دوسری نشست کی صدارت ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ نے کی جس میں عام خواتین شریک تھیں اور تیسری نشست میں منتخب ٹیچرس،لکچررس، پروفیسرس،ڈاکٹرس،وکلاء،تعلیم یافتہ دانشور خواتین اور سماجی کارکنات شریک تھیں۔

اس کانفرنس کا آغاز محترمہ صائمہ متین صاحبہ کی قرأت کلام پاک سے ہوا۔محترمہ فوزیہ بنت محمد صاحبہ نے **شریعت اسلامی۔ایک تعارف''** کے عنوان پر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ قرآن کریم میں شرع کے معنی ہیں راستے اور طریقے کے۔ اسطرح شریعت اسلامی کا مطلب اسلام کا طریقہ۔شریعت اسلامی قرآن کریم وسیرت رسولؐ پر مشتمل ہے اور شریعت اسلامی انسانی زندگی وروح کی تربیت کرتی ہے۔شریعت اسلامی اللہ کا بنایا ہوا قانون ہے۔ جو ہر طبقہ،ہر ملک کے باشندوں کیلئے ہے۔ اس میں تمام امور ومعاملات بتادیئے گئے ہیں۔ جو انسان کو فلاح کی جانب لے جاتے ہیں۔شریعت اسلامی ایک ایسا دستور اور نظام حیات ہے جس میں پیدائش سے لیکر موت تک پورے احکامات موجود ہیں۔شریعت اسلامی میں انسانی زندگی کا ہر پہلو جیسے ازدواجی تعلقات،نکاح،مہر،نان ونفقہ،فسخ و تفریق،خلع،طلاق،ہبہ،متبنیٰ اور جائیداد کی تقسیم کی تمام تفصیل سمجھائی گئی ہے۔

انھوں نے کہا کہ شریعت اسلامی ایک ایسا قانون ہے جو ہر مجبور، بے کس وبے بس سے لیکر محروم ومستضعفین کا حق دلاتی ہے۔ یہ ہر نا انصافیوں سے پاک وشفاف ہے۔ ہمارے مسائل چاہے نجی ہوں،یا خاندانی،سیاسی ہو یا معاشی یا معاشرتی،شریعت اسلامی کے مطابق ہی اس کا حل نکالنا ہوگا۔

ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ رکن عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ نے اکولہ میں خواتین کانفرنس میں خواتین و طالبات کو **''شریعت کی اہمیت۔تعارف مسلم پرسنل لا''** کے عنوان پر پاور پائنٹ پریسنٹیشن پیش کرتے ہوئے مخاطب کیا۔ انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسلمان اور مومن بنا کر اسلام اور شریعت اسلامیہ کی عظیم نعمت سے نوازا ہے۔ امت خیر، امت وسط اور امت واحدہ بنایا،اور اقوام عالم کا خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ ہادی ومھدی کے امتی ہونے کی حیثیت سے یہ بار امانت دی گئی کہ لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلائیں،اسلامی تعلیمات سے انھیں آراستہ کریں، امر بالمعروف،نیکیوں کا حکم دیں، نہی عن المنکر،برائیوں سے روکیں۔ حق کے علمبردار بنکر ظلم و بربریت کے خلاف آواز اٹھائیں۔ مظلومین ،معتوبین،غرباء ومساکین کی خدمت کریں۔

انھوں نے کہا کہ اسلام ہے تمام زندگی کے عمل کا،Practice کا، نتائج اور Results کا،فکر ونظریات کے مبادیات ،اصولیات کے مطابق زندگیوں کو نیکی،پرہیز گاری،صالحیت کے ڈھانچے میں ڈھالنے کا۔ اللہ کی رضا اور فلاح آخرت کا جو نظام شریعت اسلامی نے دیا ہے وہ ایک مضبوط نظم،ڈسپلن اور سسٹم کا متقاضی ہے۔خطوات الشیطان اور خطوط ربانی کی واضح تفریق کے ساتھ

شریعت اسلامی کی روشن، منور اور پرنور شاہراہ پر امت کو گامزن کرنا ہے۔

انھوں نے مسلم پرسنل لا کا تعارف کرواتے ہوئے کہا کہ مسلم پرسنل لا ایک رحمانی و ربانی قانون ہے اس قانون میں مسلمانوں کے تمام عائلی، سماجی معاملات کے بارے میں تفصیل کے ساتھ احکامات دیئے گئے ہیں۔ اس قانون کو نہ صرف مسلمانانِ ہند بلکہ عالم اسلام اس روحانی قانون کو دل سے قبول کرتا ہے اور تسلیم کرتا ہے۔ دشمنانِ اسلام کو یہی بات برداشت نہیں ہوتی، اسی لئے مسلم خواتین، مسلم بہنوں اور مسلم لڑکیوں کے پیچھے پڑا ہے۔ کبھی کہا جاتا ہیکہ مسلم خواتین کی بہت بری حالت ہے، مسلم سماج ان پر ظلم کرتا ہے۔ کبھی کہا جاتا ہیکہ تین طلاق سے مسلم سماج تباہ ہو رہا ہے، کبھی بی جے پی، آر ایس ایس کے قائدین چیخ و پکار کرتے ہیں کہ مسلم خواتین کو وراثت میں مساوی حصہ نہیں ملتا۔ انھیں بھائی کے مقابلے صرف آدھا حصہ دیا جاتا ہے۔ معصوم بھولے بھالے مسلم لڑکیوں کو ورغلا کر گھر واپسی کے نام پر انھیں مرتد کیا جارہا ہے۔ بات دراصل یہ ہیکہ مسلم خواتین کو دیکھ کر تمام اقوام حسد کرتے ہیں۔ جبکہ مسلم پرسنل لا نے ہمیں ہر طرح کے حقوق کی حفاظت مہیا کی ہے۔

انھوں نے کہا کہ دستور ہند میں ہمیں خصوصی مراعات حاصل ہیں۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ مسلم خواتین اور بیٹیوں کو وراثت میں آدھا حصہ ملتا ہے جبکہ ملک کے عام قوانین کے مطابق لڑکے کے برابر لڑکی کا حصہ ہے۔ 99% سماج اپنی بیٹیوں کو وراثت میں حصہ نہیں دیتے۔ ہمارے مسلم پرسنل لا میں بڑے تفصیلی قوانین ہیں۔ قرآن کریم میں 8 مرتبہ فرمایا گیا کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو، اچھے اور بھلے انداز سے پیش آؤ، اکرام اور عزت سے رکھو۔

انھوں نے یہ بھی کہا کہ ملک کی بدترین صورت حال یہ ہیکہ ملک میں سب سے زیادہ انسان کس سماج میں ہلاک کئے جاتے ہیں، کیا دہشت گردی کے حملوں میں ہلاک ہوتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں، بلکہ ملک میں سالانہ جہیز کے لئے ۸ ہزار عورتوں کو جلا کر ہلاک کردیا جاتا ہے، یہ کس سماج میں؟ کیا مسلم سماج میں؟ نہیں! تین طلاق کا مذاق اڑانے والے خود اپنے سسکتے ہوئے سماج کے گھناؤنے مسائل کی پردہ پوشی کرتے ہیں۔ لاکھوں غیر مسلم خواتین کو بغیر طلاق دیئے زندگی بھر لٹکا کر رکھا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے Extra Merital میں کئی سو فیصد کا اضافہ ہے۔ ٹاٹا انسٹیوٹ کے سروے کے مطابق دوسری شادی کرنیوالوں کی تعداد غیر مسلموں میں زیادہ ہے۔

محترمہ عطیہ صدیقی صاحبہ، رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، ناندیڑ نے خواتین کانفرنس میں خواتین و طالبات کو **"معاشرے میں بڑھتے ہوئے مسائل"** کے عنوان پر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کو جو مسائل کا سامنا ہے ان میں شریعت اسلامی سے ناواقفیت کا ہے۔ شریعت اسلامی کو سمجھنے کیلئے علم کا ہونا بہت ضروری ہے۔ مسلم معاشرہ میں ایسا ہوتا ہیکہ لوگ علم کے اعتبار سے شعور رکھتے ہوں۔ مگر وہ علم حاصل نہیں کرتے جو اللہ کے رسول ﷺ نے دیا۔ آپ ﷺ تعلیم بھی دیتے تھے، تربیت بھی کرتے تھے، اور تنظیم بھی کرتے تھے تاکہ یہ تینوں ایکدوسرے سے جڑے رہے اور مربوط و منظم رہے۔

انھوں نے کہا کہ دین نام ہے پوری زندگی میں اللہ کی ہدایات و احکامات کا۔ مسلم معاشرہ ان ہدایات و احکامات کے مطابق اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی، اپنی عائلی و خاندانی زندگی کو ڈھال لیں تو سارے مسائل یکے بعد دیگرے ختم ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔ میں یہاں یہ ضرور کہنا چاہونگی کہ عائلی و خاندانی زندگیوں میں جو پیچیدگیاں اور مسائل ہیں اس کے ذمہ دار ہم خود ہیں، شریعت اسلامی کے مطابق آسان اور سادہ نکاح کو پروان چڑھانے اور انجام دینے کی ضرورت ہے، غیر اسلامی رسومات و خرافات کو نکاح میں کافی اہمیت دی جاتی ہے، اور پھر مہر کی عدم ادائیگی، نفقہ ادا کرنے سے پہلوتہی اور دیگر نجی مسائل و عائلی تنازعات کی وجہ سے مسلم معاشرہ کا استحکام متزلزل ہو رہا ہے۔ ان مسائل سے نمٹنے کا ایک واحد طریقہ یہ ہیکہ شریعت اسلامی کا گہرائی سے مطالعہ کریں، اسکے متعلق شعور پیدا کریں اور اسکے ہر حکم و اصول کی پابندی کو اپنا شعار بنائیں تو انشاء اللہ اصلاح ممکن ہوگی۔

کانفرنس میں کئے گئے سوالات کے تشفی بخش جوابات دیئے گئے۔ 250 سے زائد منتخب دانشور خواتین و طالبات و دیگر معزز سماجی کارکنات اس کانفرنس میں شریک تھیں۔ کنوینر کانفرنس محترمہ صائمہ انجم صاحبہ نے شکریہ ادا کیا۔

پریس ریلیز:

جے پور اجلاس کے بعد مختلف موضوعات پر وقتاً فوقتاً اخبارات کو جاری کی جانے والی پریس ریلیز ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

● طلاق و نان نفقہ کے مسائل پر پروفیسر طاہر محمود کے بیان کے جواب میں بورڈ کے ترجمان و اسسٹنٹ جنرل سکریٹری جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے جواب میں حسب ذیل اخباری بیان مؤرخہ ۱۲؍ مئی ۲۰۱۵ء کو جاری فرمایا:

جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب صدر کل ہند مجلس تعمیر ملت نے کہا کہ پروفیسر طاہر محمود نے ۷؍ مئی کو جو بیان دیا تھا؛ اس سے متعلق مختلف اصحاب نے رائے طلب کی ہے۔ مسلم عوام ان کے مخالف شریعت ذہن سے واقف ہیں۔ ہندوستان کے مختلف اخبارات اور رسائل کی جانب سے اس تعلق سے مسلسل فون پر استفسارات کا سلسلہ جاری ہے تو اس سلسلہ میں وضاحت کرنا ضروری ہے اور مجھے یقین ہے کہ جو مسلمان صاحب ایمان ہے اور انہوں نے پروفیسر طاہر محمود کا جو بیان پڑھا ہے، میری اس رائے سے اتفاق کرے گا کہ علماء اور فقہاء کا جو نقطہ نظر ہے کہ شرعی مسائل جیسے طلاق، نان نفقہ، وراثت اور ورثہ میں چھوڑے ہوئے ترکہ کے

سلسلہ میں اللہ نے مسلمانوں کو پابند کیا ہے کہ وہ شریعت اسلامی کے مطابق عمل کریں۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے کہا کہ پرسنل لاء کا تحفظ قانون کے ذریعہ کیا جائے گا، تعجب ہے کہ ڈاکٹر طاہر محمود جن کے بارے میں ماہر قوانین کے الفاظ اختیار کئے جاتے ہیں تعجب اور افسوس ہے کہ وہ کہتے ہیں موجودہ پرسنل لا کے قوانین پر عمل کرنے کی کوئی دفعہ نہیں ہے۔ پروفیسر طاہر محمود نے علماء کرام اور مسلم پرسنل لاء کے تحفظ کے لئے تشکیل دیئے گئے مسلم پرسنل لابورڈ پر غور نہیں کیا۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اسسٹنٹ جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے یہ کہا کہ ڈاکٹر طاہر محمود قرآن کریم میں دیئے گئے کئی احکامات سے خود کو بلند و بالا تر محسوس کرتے ہیں۔ قرآن شریف میں مختلف مقامات پر جہاں عائلی قوانین سے متعلق احکامات بیان کئے گئے ہیں وہیں اللہ کا ایک فرمان ضرور ملتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں تم ان سے آگے مت بڑھو۔ پروفیسر طاہر محمود کا مطالبہ ان احکامات کے تعلق سے قرآن کے نقطہ نظر کو ترک کردینا ہے۔ جہاں تک چند مسلم ممالک نے اپنے طور پر اور عائلی قوانین بنائے ہیں وہ تقریباً سب کے سب ملک ایسے ہیں جہاں جمہوریت نافذ نہیں ہے اور وہاں کی پارلیمنٹ یا قانون ساز ادارہ اپنے طور پر فیصلے کرتے ہیں ان غیر جمہوری ممالک میں جو کچھ کیا گیا اس پر وہاں کے مسلمان اور دیگر علاقوں کے مسلمان سخت ناراض ہیں اور جب بھی عوام کو اپنی حکومت بنانے کا موقع ملے گا یہ قوانین بدل دیئے جائیں گے اور اسلامی قانون نافذ کیا جائے گا۔ انہوں نے مزید یہ کہا کہ جن ممالک پر چند لوگ حکومت کرتے ہیں وہاں کے بنائے گئے قوانین کا مسلمانوں میں اعتبار نہیں ہے اگر ہندوستان میں تین طلاق پر پابندی لگائی گئی تو سارے ملک کے مسلمان اس حکم کے خلاف کھڑے ہونگے اور انصاف پسند اکثریتی بھائیوں کو لیکر سارے ملک میں یہ تحریک چلائیں گے کہ تین طلاق پر کوئی پابندی نہیں لگائی جائے۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے کہا کہ احادیث کے مجموعہ بخاری شریف، مسلم شریف، نسائی شریف اور دیگر کتب میں ایسی روایات ملتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مدینہ کے لوگ تین اور تین سے زائد طلاق دیتے تھے اور جب یہ مسئلہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تین طلاقوں سے بیوی شوہر سے علیحدہ ہوگی باقی طلاقیں تمہاری غلطی ہے، کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس میں رسول اکرمؐ نے ایسی صورت میں طلاق دینے والے کو یہ کہا ہو کہ چونکہ تم نے غلط طریقہ پر طلاق دی ہے، اس لئے تمہاری طلاق واقع نہیں ہوئی۔ افسوس ہے کہ ڈاکٹر طاہر محمود نے احادیث کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا وہ موجودہ دور کے نظریات کے غلام ہیں اور اسی غلامی میں انہوں نے یہ بیان جاری کیا۔ جناب محمد رحیم قریشی صاحب نے کہا کہ بہت دنوں کے بعد طاہر محمود صاحب کی زبان اس لئے تو نہیں چل رہی کہ وہ نریندر مودی، آر ایس ایس سے کوئی اعزاز حاصل کریں۔

● ۷/جون ۲۰۱۵ء کی مجلس عاملہ کے بعد ۸/جون ۲۰۱۵ء کو حسب ذیل پریس ریلیز جاری کی گئی:

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس ۷/جون کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی صدارت میں منعقد ہوا، جس میں یہ محسوس کیا گیا کہ موجودہ حالات میں بورڈ کی ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں، اس پس منظر میں بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا سید نظام الدین کی درخواست پر ارکان عاملہ کے مشورہ سے صدر بورڈ نے حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب کو بورڈ کا کارگذار جنرل سکریٹری مقرر فرمایا۔ ملک کے موجودہ حالات کے جائزہ میں اس افسوس ناک حقیقت پر زور دیا گیا کہ اس وقت فرقہ پرست طاقتیں ملک کو سیکولرزم کے راستہ سے ہٹانے پر تلی ہوئی نظر آتی ہیں تعلیم کو زعفرانی رنگ دیا جارہا ہے، تبلیغ مذہب کی آزادی کو قانونی طور پر ختم کرنے کی تیاری ہورہی ہے اور مسلم پرسنل لا کو جن قوانین کے ذریعہ تحفظ حاصل ہے ان کو ازکار رفتہ قوانین قرار دے کر ختم کرنے کی سازش سامنے آچکی ہے اس لئے عاملہ نے ان حالات کے مقابلہ کیلئے طے کیا کہ ایک عوامی بیداری تحریک شروع کی جائے اور اس اہم کام کے لئے ایک مجلس عمل تشکیل دی جائے جو ملک میں مذہب کی آزادی اور تبلیغ کے حقوق کا تحفظ اور مسلم پرسنل لا سے متعلق قوانین کی برقراری نیز نصاب تعلیم میں ایک خاص مذہب کی تعلیم کو شامل اور تعلیمی اداروں میں ایک خاص مذہب سے متعلق رسوم کی انجام دہی طلبہ پر لازم کرنے کے خلاف عوامی رائے بنانے اور ان اقدامات کو واپس لینے پر ارباب حکومت کو مجبور کرنے کے سلسلہ میں کوشش و کاوش کرے اور برادران وطن کے سیکولر اور انصاف پسند اشخاص اور اداروں کو اس تحریک میں ساتھ لے۔ حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب کارگزار جنرل سکریٹری کو صدر بورڈ نے اس مجلس عمل کا کنوینر نامزد فرمایا۔

جے پور میں ماہ مارچ کے اجلاس عام کی قراردادوں کو عملی جامہ پہنانے کے نقطہ نظر سے یہ بات طے کی گئی کہ اسکولوں میں گیتا کی تعلیم کو نصاب میں داخل کرنے کے راجستھان، ہریانہ اور مدھیہ پردیش کی حکومتوں کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ سے رجوع کیا جائے اور اسی طرح اسکولوں میں سوریہ نمسکار اور یوگا کی تعلیم خلاف آئین ہند ہے ان حکومتوں کے خلاف سپریم کورٹ سے حکم حاصل کیا جائے۔

طلاق کے بیجا استعمال اور مطلقہ عورتوں کی مشکلات کے پس منظر میں یہ بات طے کی گئی کہ مطلقہ خواتین کے حقوق کے موضوع پر علماء اور ارباب افتاء کی ایک خصوصی نشست رکھی جائے اور طلاق سے پیدا ہونے والے مسائل کا حل پیش

کیا جائے۔ اس کے لئے بورڈ کے سکریٹری مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کو کنوینر بھی مقرر کیا گیا۔ کہ وہ علماء کی نشست طلب کریں۔

اجلاس میں ناگپور ہائی کورٹ کے اس فیصلہ کے بارے میں بھی غور کیا گیا جس میں ہائی کورٹ نے یتیم پوتے کو وراثت کا مستحق قرار دیا ہے یہ فیصلہ مسلم پرسنل لاء یعنی احکام شریعت کے بالکل خلاف ہے متعلقہ فریق نے اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی ہے جو کسی اعتراض کی وجہ سے رجسٹر ڈنہیں کی گئی، مجلس عاملہ نے طے کیا کہ فریقین سے رابطہ کرکے ناگپور ہائی کورٹ کے فیصلہ کو سپریم کورٹ میں چیلنج کرنے کے اقدامات کئے جائیں۔ بورڈ نے لاکمیشن کی اکتوبر ۲۰۱۴ء کی رپورٹ اور P.C Jain کمیشن کی رپورٹ کی سفارشات کے خلاف حکومت سے بالخصوص اقلیتی امور کے وزیر اور وزیر قانون سے نمائندگی کی جائے اور وزیر اعظم کو بھی اس سلسلہ میں متوجہ کیا جائے کہ حکومت ان سفارشات کو رد کردے جن میں اوقاف کے ۱۹۱۳ء اور ۱۹۳۰ء کے قوانین اور مسلم پرسنل لا ایکٹ اور قانون انفساخ نکاح مسلم کو منسوخ کرنی کی سفارش کی گئی ہے۔

مجلس عاملہ کو بتایا گیا کہ سپریم کورٹ نے مرشد آباد کے نواب کی وراثت کے مسئلہ میں شرعی قانون وراثت کے خلاف فیصلہ کرتے ہوئے خاتون ورثاء کو وراثت کے استحقاق سے محروم قرار دیا ہے۔ بحث کے بعد مجلس عاملہ نے طے کیا کہ اس فیصلہ کو ایک رٹ کے ذریعہ چیلنج کرنے کے سلسلہ میں قانونی گنجائشوں کا جائزہ لیا جائے اور ممکن ہو تو رٹ فائل کی جائے۔

جناب شکیل صمدانی صاحب نے آثار قدیمہ کی مساجد کے مسئلہ پر تشکیل کردہ کمیٹی کی رپورٹ پیش کی، جس کا اجلاس ۳/جون کو دہلی میں منعقد ہوا، اس کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ دہلی کی آثار قدیمہ کی مساجد کے تعلق سے پوری تیاری کے ساتھ ایک پٹیشن دہلی ہائی کورٹ میں داخل کی جائے، یہ کمیٹی وکلاء کو ساتھ لے کر پٹیشن تیار کرے گی، مجلس عاملہ نے اس رپورٹ کو منظور کرتے ہوئے دہلی ہائی کورٹ میں دہلی کے آثار قدیمہ کی مساجد سے متعلق رٹ داخل کرنے کا فیصلہ کیا اور کمیٹی کو اس سلسلہ میں اقدامات کرنے کی ہدایت کی جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب نے فرمایا کہ بورڈ کی مختلف کمیٹیوں کے لئے ایک گائڈ لائن بنانے اور ان کو مزید فعال بنانے کے لئے ایک اجلاس طلب کیا جائے جس میں تمام کمیٹیوں کے کنوینرس اور بورڈ کے سکریٹریز شریک ہوں۔ اس میٹنگ کے لئے یکم و ۲/اگست کی تاریخیں مقرر کی گئی ہیں۔

صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ ہر شخص کو اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے دل اگر صحیح ہو تو اللہ کے یہاں وہ عمل مقبول ہوتا ہے اور اللہ کی رضا سے کام کرنے سے دل میں خوشی ہوتی ہے اللہ نے جو صلاحیتیں دی ہیں ان کو بروئے کار لانا چاہئے۔ ہندوستان میں اسلام اور شریعت اسلام کی دفاع کے لئے انشاء اللہ ہم کوششیں کرتے رہیں گے اور اس کے لئے قانونی طور پر کام کریں گے جس کا حق دستور نے ہم کو دیا ہے۔

صدر محترم نے فرمایا کہ ہم کو اس بات کی کوشش کرتے رہنا چاہئے کہ ہمارے اندر اتحاد باقی و برقرار رہے الحمد للہ ہمارے ملک میں یہ فضا موجود ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے ذمہ دار رضا کارانہ طور پر کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کام کرنے والوں کی کوششوں کو قبول فرمائے۔ اس اجلاس میں مولانا جلال الدین عمری صاحب، مولانا کلب صادق صاحب نائبین صدر، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب، پروفیسر ریاض عمر صاحب، مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب، مولانا عبداللہ مغیثی صاحب، سید اطہر علی صاحب، کمال فاروقی صاحب، قاسم رسول الیاس صاحب، مفتی احمد دیولوی صاحب، مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب، یوسف حاتم مچھالہ صاحب، مولانا سلمان حسنی ندوی صاحب، عارف مسعود صاحب، یٰسین علی بدایونی صاحب، مولانا عتیق احمد بستوی صاحب، مولانا فضل الرحیم مجددی صاحب، مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب، ظفریاب جیلانی صاحب، محمد جعفر صاحب، مولانا برہان الدین سنبھلی صاحب، محترمہ نور جہاں شکیل صاحبہ، اسماء زہرہ صاحبہ، عظمی عالم صاحبہ نے شرکت کی۔

● ۲۱/جون ۲۰۱۵ء کو یوگا دیوس منانے کے اعلان کے بعد بورڈ کے اسسٹنٹ جنرل سکریٹری و ترجمان نے ۱۰/جون ۲۰۱۵ء کو اخبارات کے لئے حسب ذیل بیان جاری فرمایا:

یوگا کے بارے میں جس کا عالمی دن ۲۱/ جون منایا جائے گا اور جس کو راجستھان، مدھیہ پردیش وغیرہ کی حکومتوں نے اسکولی طلباء کے لئے لازم قرار دیا ہے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اس فیصلہ کے خلاف کہ یہ ہندو مذہب کی رسومات ہیں جن کو مسلمان انجام نہیں دے سکتے اور جن کو دستور ہند کی روشنی میں اسکولوں میں نافذ نہیں کیا جا سکتا مرکزی حکومت کے بعض وزراء اور آر ایس ایس، بی جے پی کے چند قائدین اس نقطہ نظر کو عام کر رہے ہیں کہ یوگا کا ہندو مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ بس ایک اکسرسائز اور ورزش ہے جس سے صحت بنتی ہے ان تبصروں کے تعلق سے جناب محمد عبدالرحیم قریشی اسسٹنٹ جنرل سکریٹری نے کہا کہ سوریہ نمسکار یوگا کا اہم حصہ ہے جس میں جھک کر سورج کو پرنام کیا جاتا ہے اس وجہ سے کہ ہندو برادران وطن سورج کو دیوتا مانتے ہیں اور اسلام ساری کائنات کو پیدا کرنے والے کے سوا کسی اور کی عبادت کو بہت بڑا گناہ قرار دیتا ہے اور سورج کو بھی اسی اللہ نے پیدا کیا ہے سورج میں نہ خود کا ارادہ ہے اور خود کی مرضی۔ اس کا جو راستہ اس کے پیدا کرنے والے اللہ نے مقرر کیا اس پر اس کو چلتے رہنا ہے۔

جناب محمد عبدالرحیم قریشی نے پوچھا کہ ۲۱/جون کے یوگا کے دن جو ہوگا اس میں سے کیوں سوریہ نمسکار کو نکالنے کا حکومت نے اعلان کیا ہے؟ مرکزی وزراء جواب دیں آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کے ترجمان نے کہا کہ کیا یہ حقیقت نہیں ہے یوگا ہندوؤں کی مذہبی کتاب بھگوت گیتا کا ایک باب ہے۔ پتن جلی نے جو جو آسن بتائے ہیں ان میں لفظ ''اوم'' کا استعمال اور ہندوؤں کے اشلوک ہیں۔ افسوس ہوتا ہے کہ آر۔ ایس۔ ایس اور بی جے پی سے تعلق رکھنے والوں میں سچائی کو ماننے کا جذبہ ختم ہوگیا ہے اور وہ اپنے پروگرام کو جھوٹ کے سہارے آگے بڑھاتے ہیں۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی نے مزید کہا کہ کیا ہمارے اسکولوں کے طلبا کی صحت کمزور ہوگئی ہے۔ یا وہ بیمار ہونے لگے ہیں جس کی وجہ سے یوگا کرائی جارہی ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے تو پھر کیوں یوگا؟ انھوں نے مزید کہا کہ بعض مہنت اور سادھوی یوگا کی مخالفت کرنے والوں کو سمندر میں ڈال دینے اور ملک سے نکال دینے کی بات کہہ رہے ہیں یہی تو ہے آر۔ ایس۔ ایس کا ایک مقصد کہ اس ملک میں صرف ہندو رہیں ملک کے مسلمان ہندوستان میں پیدا ہوا ہے مسلمانوں نے ملک کو بہت کچھ اخلاقی اقدار، تہذیب اور تمدن دیا ہے وہ دشمنوں کے ارادوں کے باوجود یہیں رہے گا اور یہیں مرے گا دور مرنے کے بعد وطن کی زمین کے دو گز کے ٹکڑے میں آرام کرے گا۔ آر۔ ایس۔ ایس اور بی جے پی کی فکر کے لوگ اس ناممکن العمل مقصد کو ترک کردیں۔

● ۱۳/جون کو بورڈ کے کارگزار جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی طرف سے درج ذیل اخباری بیان جاری کیا گیا جسمیں یہ واضح کیا گیا کہ سوریہ نمسکار اور یوگا طریقہ عبادت ہیں، جو برہمنی دھرم اور ویدک کلچر کا حصہ ہیں، اور یوگا بھگتی کا ایک طریقہ ہے، جس کی ابتداء ''اوم'' سے ہوتی ہے، ان خیالات کا اظہار حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی کارگذار جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ نے صحافتی ملاقات میں کیا۔ انہوں نے کہا ہے کہ یوگا کے آسنوں میں اشلوک پڑھے جاتے ہیں، شری کرشن جی نے شری ارجن جی کو یوگا کی تعلیم دی تھی، جو بھگوت گیتا کے باب یوگا نمبر۔ ۶ میں موجود ہے، اس کا راست تعلق مذہب سے ہے، یوگا صرف ورزش نہیں ہے، یوگا میں سورج کی پہلی کرن کو پرنام کرتے ہیں، مختلف مرحلوں میں اشلوک پڑھے جاتے ہیں، جس میں شرکیہ اعمال وافعال بھی ہیں، اس لیے مسلم پرسنل لابورڈ غیر ہندوؤں کو پڑھنے پڑھوانے کو غلط سمجھتا ہے، انہوں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ چاہے سوریہ نمسکار ہو یا یوگا، بھارت کی آئین کی رو سے اسے اسکولوں، کالجوں اور سرکاری تقریبات اور پروگرام کا حصہ بنانا غلط ہے، بھارت کا آئین حکومت کو سیکولرزم کا پابند بناتا ہے، یعنی حکومت کا کوئی مذہب نہیں ہوگا، اور وہ کسی مذہب کی پابندی نہیں کرے گی، اس لیے آئین کا تقاضہ ہے، سوریہ نمشکار اور یوگا سرکاری اسکول، کالج اور سرکاری اداروں میں نہ ہو، ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ معاملہ غیر ہندوؤں کو سرکاری تعلیم گاہوں میں چھوٹ دینے یا اختیاری بنانے کا نہیں ہے، مسلمان طلبہ تو یہ مشرکانہ کام نہیں کرسکتے، مگر حکومت یا ادارے کا ذمہ دار بھی اس طرح کے عمل نہیں کرا سکتا، یہ آئین کے خلاف ہے، مولانا محمد ولی صاحب رحمانی نے کہا ہے کہ مسلم پرسنل لابورڈ آئین کے خلاف کام سے حکومت کو روکنا چاہتا ہے۔ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ بورڈ کا ذہن صاف ہے، اس سے پہلے بھی کہا گیا ہے اور مجلس عاملہ میں ۷/جون کو یہ بات دوہرائی گئی کہ وزیر اعظم، وزیر قانون، وزیر داخلہ اور وزیر اقلیتی امور اور کسی بھی ذمہ دار سے بورڈ اپنے ذمہ دارانہ وفد کے ذریعہ بات چیت کرا سکتا ہے، انہوں نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ ملاقات کب ہوگی یہ طے نہیں ہے، مناسب وقت پر ملاقات ہوگی اور بورڈ کے ارکان کا وفد ان لوگوں سے کبھی بھی مل سکتا ہے، ارکان وفد کا نام ابھی طے نہیں کیا گیا ہے۔ اس سوال پر کہ کیا بورڈ میں اس معاملہ پر اختلاف رائے بھی ہے؟۔ انہوں نے کہا کہ کوئی اختلاف نہیں ہے، بورڈ کے کام مشورے سے ہوتے ہیں۔

● ۱۵/جون ۲۰۱۵ء کو بورڈ کے کارگزار جنرل سکریٹری صاحب نے ارکان بورڈ اور مدعوئین کرام کے نام یوگا کے سلسلہ میں ایک انتہائی محققانہ خط ارسال فرمایا جس کو اس شمارہ کے اخیر میں شریک کیا جارہا ہے، اسی خط کے اکثر حصہ کو اخباری بیان کی شکل ۱۹/جون ۲۰۱۵ء کو درج ذیل اخباری بیان جاری کیا گیا:

آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کے کارگزار جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے اپنے صحافتی بیان میں فرمایا:

روئے زمین کی تمام چیزیں ایک پروردگار کی بنائی ہوئی ہیں، جسے اس نے انسانوں کی مختلف ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے بنایا ہے، انسانوں کو ان چیزوں سے فائدہ اٹھانا چاہئے، اور ہماری ذمہ داری ہے کہ اللہ کی بندگی کریں، اسی کے سامنے جھکیں، اسی سے دعائیں مانگیں، اور یہ نہ بھولیں کہ جو چیزیں انسانوں کے لئے بنائی گئیں ہیں، ان کے سامنے جھکنا، نمشکار کرنا، بندگی کرنا یا ان سے کچھ مانگنا انسانوں کی توہین ہے۔ آپ نے مزید تفصیل بیا کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمان جو کچھ کہیں یا کریں وہ بہت سوچ سمجھ کر اور ہر پہلو پر غور کر کے کہیں، اور پوری تحقیق کرلیا کریں، انہیں یاد رکھنا چاہئے، وہ ایک ایسی ملت ہیں، جس کے پاس توحید کا عقیدہ ہے، جو انتہائی ٹھوس اور مضبوط علمی اور عقلی بنیادوں پر قائم ہے، مسلمانوں کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارے ملک میں ایسے لوگ بھی ہیں، جو ان سے اور ان کی نسلوں سے یہ عقیدہ چھین لینا چاہتے ہیں، اور کسی نہ کسی ترکیب سے ان کو اپنے مشرکانہ برہمنی رنگ میں رنگ لینا چاہتے ہیں—— اسی ترکیب کا ایک

حصہ سوریہ نمشکار، یوگا اور وندے ماترم ہیں، جن کا تعلق برہمنی دھرم اور ویدک کلچر سے ہے، اور ان چیزوں کا عقیدۂ توحید سے ٹکراؤ ہے۔ اس سلسلہ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کی مجلس عاملہ کی روشنی میں وضاحت کرتے ہوئے کارگزار جنرل سکریٹری صاحب نے فرمایا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ نے ۷؍جون کو لکھنؤ میں منعقد مجلس عاملہ میں ایک بار پھر سوریہ نمشکار اور یوگا کے بارے میں پالیسی واضح کردی ہے —— سوریہ نمشکار سورج کی پوجا ہے، اور یوگا بھی ایک طرز عبادت ہے، اور بھگتی کا ایک طریقہ ہے، جس کا پس منظر ماضی بعید سے ملا ہوا ہے، اور بھگوت گیتا کے ایک باب کا نام یوگا ہے—— شری کرشن جی نے شری ارجن جی کو یوگا کی تعلیم دی تھی، جو ''بھگوت گیتا باب نمبر۔۶'' میں تفصیل کے ساتھ درج ہے، یوگا آسن میں سورج کی پہلی کرن کو پرنام کرتے ہیں، مختلف مرحلوں میں اشلوک پڑھے جاتے ہیں، جس کی ابتداء ''اوم'' سے ہوتی ہے—اس طرح یوگا اور سوریہ نمشکار برہمنی دھرم اور ویدک کلچر کا اہم حصہ ہے۔

مسلمانوں کو اور جو لوگ بھی اللہ کی وحدانیت کے قائل ہیں، انہیں سوریہ نمشکار، یوگا اور وندے ماترم سے الگ رہنا چاہئے، اور مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اسلام کو سمجھنے، ایمان کو مضبوط کرنے اور دین کے ہر ایک حکم پر عمل کرنے کی طرف اپنی توجہ بڑھادیں۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یوگا ڈے ۲۱؍جون کو منایا جارہا ہے، اور وزیر اعظم شری نریندر مودی نے ۲۱؍جون کو اقوام متحدہ سے ''یوم یوگا'' کے طور پر منانے کو منظور کرایا ہے، اور اسی دن آر ایس ایس کے بانی کیشو بلی رام ہیگڑے جی (۱۸۸۹ء-۱۹۴۰ء) نے آخری سانس لی تھی، اس طرح ایک طریقہ عبادت کے دن کو آر ایس ایس کی تاریخ ساز شخصیت سے جوڑا گیا ہے۔ اس پر بھی غور کرنا چاہئے۔ ملک کے دردمندوں کو متوجہ کرتے ہوئے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مذہب وملت کی کسی تفریق کے بغیر ملک کے تمام شہریوں سے ہم کہنا چاہتے ہیں کہ ہمارے ملک کے آئین میں تمام شہریوں کو اپنے مذہب اور اپنی تہذیب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی دی گئی ہے، ساتھ ہی آئین میں یہ بھی صراحت ہے کہ بھارت کی حکومت سیکولر رہے گی، حکومت کا کوئی مذہب نہیں ہوگا، حکومت کے کام اور حکومتی ادارے نہ کسی مذہب کی پیروی کریں گے، اور نہ کسی سے پیروی کرائیں گے، اس لئے سرکاری وسائل اور اختیارات کو کسی مخصوص مذہب یا کلچر کی ترقی اور استحکام کے لیے استعمال کرنا بھارت کے آئین کے خلاف ہے، آئین کا تقاضہ ہے کہ حکومتی ادارے حکومت کے زیر نظم چلنے والے کالج اور اسکول میں سوریہ نمشکار اور یوگا نہیں کرایا جائے۔

یہ ذہن میں رہے کہ معاملہ اسکول میں یوگا اور سوریہ نمشکار سے غیر ہندو طلبہ کو الگ رکھنے کا نہیں ہے، وہ تو ان مشرکانہ اعمال میں شرکت کرہی نہیں سکتے، اصل معاملہ آئین ہند کے تقاضوں کو پورا کرنے اور سرکاری اداروں میں خلاف آئین کام کے روکنے کا ہے، آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ بھارت کے آئین کے مطابق کام کرانا چاہتا ہے، اور غیر آئینی کاموں سے روکنا چاہتا ہے۔

موجودہ صورتحال یہ ہے کہ حکومت اور اس کی آڑ میں مختلف تنظیمیں اور شخصیات آئین کی صریح خلاف ورزی کررہی ہیں، اس لیے ہم ملک کے تمام انصاف پسند شہریوں، تنظیموں اور جماعتوں کو آواز دیتے ہیں کہ وہ بھارت کے آئین کی حفاظت کے لئے ایک بھرپور اور متحدہ تحریک شروع کریں۔

ہم ملک کے تمام شہریوں کی توجہ اس طرف بھی مبذول کرانا ضروری سمجھتے ہیں کہ موجودہ حکومت ۲۰۱۴ء کے پارلیمانی انتخاب کے موقع سے کئے گئے تعمیری وعدوں کی تکمیل نہ کرنے کی کمزوری کو چھپانے میں لگی ہے۔ خاص طریقہ پر مہنگائی کم کرنے اور کالے دھن کو واپس لانے اور دوسرے کئی وعدوں کو پورا کرنے میں بری طرح ناکام رہی ہے اور عوام کی توجہات تعمیری پہلوؤں سے ہٹا کر سوریہ نمشکار اور یوگا جیسے مسائل کی آڑ میں RSS کے ایجنڈے کو ملک پر تھوپنے کا کام کررہی ہے۔ اخیر میں آپ نے ملت اسلامیہ ہندیہ سے دردمندانہ اپیل کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے حلقۂ کار میں مذکورہ صورتحال سے لوگوں کو واقف کرانے کی زحمت فرمائیں، اور انہیں آمادہ کریں کہ وہ دوسرے بھائیوں تک ان باتوں کو پہونچائیں ساتھ ہی ائمہ کرام جمعہ کے خطبہ میں انہیں موضوع بنائیں، تاکہ عام لوگوں کو صحیح علم ہو اور وہ مسلم پرسنل لابورڈ کے اسٹینڈ کو سمجھیں——

● قرآن وسنت سوسائٹی کیرالا کی جانب سے اسلامی قانون وراثت کو کیرالا ہائی کورٹ میں چیلنج کیا گیا تھا جسمیں بورڈ بھی فریق بنا تھا اور ۲۰۰۸ء سے اسکی قانونی لڑائی لڑ رہا تھا۔ اور اس سلسلہ میں کئی بار حکومت سے نمائندگی بھی کی گئی الحمد للہ ۳؍جولائی ۲۰۱۵ کو جب یہ معاملہ عدالت کے سامنے پیش ہوا تو عدالت نے اسے خارج کردیا اسی سلسلہ میں بورڈ کے کارگزار جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے ۷؍جولائی ۲۰۱۵ء کو حسب ذیل اخباری بیان جاری فرمایا:

کیرالا ہائی کورٹ میں قرآن وسنت سوسائٹی کی جانب سے ۲۰۰۸ء میں داخل ہونے والی وہ رٹ جسمیں اسلامی قانون وراثت کو چیلنج کیا گیا تھا، اور عدالت نے اس میں حکومت ہند اور حکومت کیرالا کو فریق بنایا تھا، بورڈ کو جب اسکی اطلاع ملی تھی تو بورڈ بھی اس میں فریق بن کر مقدمہ لڑ رہا تھا اور قانونی پیروی کرنے لگا اور اس کے لئے کیرالا ہائی کورٹ کے مشہور وکلا کی خدمات بھی حاصل کی گئی تھیں۔ اور بورڈ کے لیگل سیل کے ذمہ دار جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب کی سرپرستی ونگرانی میں قانونی کارروائی کی جارہی تھی۔ اور اسی نمائندگی کے نتیجہ میں

مرکزی حکومت کا بروقت جواب داخل ہوسکا تھا۔

اس رٹ میں شریعت اسلامی کے قانون میراث کو چیلنج کیا گیا تھا کہ یہ قانون دستور میں شہریوں کو دیئے گئے حقوق بالخصوص تمام شہریوں کے درمیان مساوات اور جنس ونسل وغیرہ کی بنیاد پر امتیاز کی ممانعت سے متصادم ہے اور آئین ہند کے بنیادی حقوق کے باب کی پہلی دفعہ میں یہ واضح کیا جاچکا ہے کہ جو قانون بنیادی حقوق سے متصادم ہو یا شہریوں کو بنیادی حقوق سے محروم کرتا ہو وہ اس حد تک کالعدم قرار پائے گا، اسلامی قانون میراث میں جنس کی بنیاد پر لڑکے اور لڑکی کے درمیان امتیاز برتا گیا ہے، میراث کا ایک قانون یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہوجاتا ہے اور اس کے کوئی اولاد نرینہ نہیں ہے تو ایسی صورت میں اسکی ایک لڑکی ہو تو وہ نصف کی حقدار ہوگی اور ایک سے زیادہ ہو تو سب مل کر دوتہائی کی حقدار ہوں گی اور باقی متوفی کے بھائی اور بہن کو ملے گا اور متوفی کی اولاد نرینہ ہو تو متوفی کے بھائی بہن کو میراث میں کچھ نہیں ملے گا، یہ احکامات جنس کی بنیاد پر امتیاز کی ممانعت کے بنیادی حق سے متصادم ہیں، اس لئے ہائی کورٹ اسلامی قانون وراثت کو ناقابل نفاذ قرار دے۔ اس رٹ میں فوت شدہ بیٹے یا بیٹی کی اولاد کو وراثت میں حصہ نہ دینے کے حکم اور وصیت میں صرف ایک تہائی ترکہ کی حد تک تحدید اور وارث کے حق میں وصیت نہ کرنے کے حکم کو بھی چیلنج کیا گیا تھا۔

اس سلسلہ میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے ذمہ داروں نے حکومتی سطح پر وزیر قانون اور وزیر اعظم سے بھی کئی مرتبہ نمائندگی کی تھی۔ پیشی کے مرحلوں کے گذرنے کے بعد ۲؍جولائی ۲۰۱۵ء کو جب یہ درخواست عدالت کے سامنے آئی تو عدالت نے اس پٹیشن کو خارج کردیا۔ عدالت کے اس بروقت فیصلے سے پوری ملت ایک بڑے فتنہ سے محفوظ ہوگئی اور ملت کو محفوظ رکھنے میں مسلم پرسنل لا بورڈ کا تاریخی کارنامہ ہے۔

● سابق صدر جمہوریہ اے پی جے عبدالکلام صاحب کے انتقال پر بورڈ کے کارگزار جنرل سکریٹری حضرت محمد ولی رحمانی صاحب نے ۲۹؍جولائی ۲۰۱۵ء کو حسب ذیل صحافتی بیان جاری فرمایا:

سابق صدر جمہوریہ، بھارت رتن اور میزائل مین ابوالفاخر زین العابدین عبدالکلام کے انتقال پر خانقاہ رحمانی کے سجادہ نشیں اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے کارگزار جنرل سکریٹری مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے گہری تعزیت کا اظہار کیا ہے۔ واضح ہو کہ سابق صدر جمہوریہ نے ۳۱ مئی ۲۰۰۳ء کو خانقاہ رحمانی مونگیر کا یادگار دورہ کیا تھا۔ مولانا نے اس دورہ کے دوران آپ کے ساتھ گذارے گئے لمحات کا بھی خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا۔ اپنے تعزیتی پیغام میں مولانا محمد ولی صاحب رحمانی نے سابق صدر جمہوریہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ آج ملک نے ایک عظیم سپوت کو کھودیا ہے، آپ صرف ایک سائنسداں ہی نہیں ایک عظیم انسان تھے، دنیا آج اس عظیم انسان سے محروم ہوگئی ہے، آپ نے پوری زندگی علم کی خدمت کی اور اخیر وقت میں بھی اپنے سب سے پسندیدہ مشغلہ میں مصروف تھے۔ وہ نوجوانوں کے آئیڈیل تھے، نوجوان نسل میں صلاحیت کے فروغ کے لئے زندگی کے آخری لمحات تک کوشاں رہے۔ وہ اتحاد و یکجہتی کے علمبردار اور مسلمانوں کے لئے وجہ افتخار تھے۔ انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ مسلمان اس ملک کو دینے کی پوزیشن میں ہے۔ آپ کی سادہ زندگی، بےلوث خدمات اور ملک کی تعمیر میں انتھک کوششیں مشعل راہ ہیں۔ واضح ہو کہ ۲؍اگست ۲۰۰۴ء کو کرشن کانت میموریل لکچر کے دوران سابق صدر نے کہا تھا کہ گذشتہ سال میں بہار گیا تھا تو اس سرزمین سے مربوط روحانی پہچان دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ان مقامات پر عظیم روحانی قدروں کا احساس ہوا۔ سابق صدر نے خانقاہ رحمانی کا تذکرہ خصوصیت کے ساتھ کیا۔ اے پی جے عبدالکلام نے خانقاہ رحمانی کے دورہ کے دوران جہاں سورۂ فاتحہ کی تلاوت فرمائی اور مدرسہ کے بچوں کو محنت سے پڑھنے کی تلقین بھی کی۔ اس وقت پورے ملک میں مدارس کو دہشت گردی کا اڈہ بتاتے ہوئے اس پر یلغار ہورہی تھی، ایسے نازک وقت میں اس وقت کے صدر جمہوریہ اور ہردلعزیز شخصیت نے واضح طور پر خانقاہ رحمانی میں فرمایا کہ میں نے بھی مدرسہ میں تعلیم حاصل کی۔ اس دوران انہوں نے یہ بھی کہا کہ سائنس کو ہم نے قرآن مجید سے سیکھا ہے اور اس کتاب مقدس نے میری زندگی میں گہرا اثر ڈالا ہے۔ نیز ۲۰۰۴ء میں دہلی میں ایک پروگرام کے دوران انہوں نے خانقاہ رحمانی کے اپنے دورہ کو یاد کرتے ہوئے بہار کی سرزمین میں پائی جانے والی روحانی قدروں کو بیان فرمایا۔

وفیات

ارکان بورڈ میں حضرت مولانا قدیر احمد شاہ اداء الآمری صاحب بنگلور ۲۸؍اگست ۲۰۱۵ء کو، مفتی محمد شمس الدین خان آفریدی صاحب بھوپال ۱۵؍جون ۲۰۱۵ء کو، ڈاکٹر سید عبدالحلیم سلفی صاحب دربھنگہ ۷؍اگست ۲۰۱۵ء کو مالک حقیقی سے جاملے۔

غیر ارکان بورڈ میں سید خواجہ حسن ثانی نظامی سجادہ نشیں درگاہ محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ ۱۵؍مارچ ۲۰۱۵ء کو علی الصباح سوا تین بجے، مولانا منیر احمد قاسمی قاضی شریعت سیتاپور ۱۰؍اپریل ۲۰۱۵ء کو، سابق صدر جمہوریہ ڈاکٹر اے پی جے عبدالکلام صاحب ۲۷؍جولائی ۲۰۱۵ء کو اور بورڈ سے وابستہ کلکتہ ہائی کورٹ کے جناب ارشاد یعقوب صاحب ایڈوکیٹ کے بڑے بھائی جناب محمد گلشاد صاحب کا ۱۳؍اگست ۲۰۱۵ء کو اچانک دل کا دورہ پڑنے سے انتقال فرماگئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے اور ان سب کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

۞ ۞ ۞

کارروائی اجلاس مجلس عاملہ بورڈ لکھنؤ

مرتب: رضوان احمد ندوی

آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کی مجلس عاملہ کا اجلاس بتاریخ ۷؍جون ۲۰۱۵ء دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں درج ذیل ارکان اور مدعوخصوصی نے شرکت کی۔

۱۔ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب صدر بورڈ	لکھنؤ
۲۔ مولانا سید کلب صادق صاحب قبلہ مجتہد نائب صدر بورڈ	لکھنؤ
۳۔ مولانا سید جلال الدین عمری صاحب نائب صدر بورڈ	دہلی
۴۔ مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری بورڈ	پٹنہ
۵۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب اسسٹنٹ جنرل سکریٹری بورڈ	حیدرآباد
۶۔ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ	مونگیر
۷۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ	حیدرآباد
۸۔ جناب پروفیسر ریاض عمر صاحب خازن بورڈ	دہلی
۹۔ مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب	دہلی
۱۰۔ جناب محمد جعفر صاحب	دہلی
۱۱۔ ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس صاحب	دہلی
۱۲۔ جناب کمال فاروقی صاحب	دہلی
۱۳۔ مولانا محمد برہان الدین سنبھلی صاحب	لکھنؤ
۱۴۔ مولانا عتیق احمد بستوی صاحب	لکھنؤ
۱۵۔ مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب	لکھنؤ
۱۶۔ مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب	لکھنؤ
۱۷۔ جناب ظفریاب جیلانی صاحب ایڈوکیٹ	لکھنؤ
۱۸۔ مولانا سید سلمان الحسینی ندوی صاحب	لکھنؤ
۱۹۔ حکیم مولانا محمد عبداللہ مغیثی صاحب	میرٹھ
۲۰۔ ڈاکٹر یٰسین علی عثمانی بدایونی صاحب	بدایوں
۲۱۔ پروفیسر شکیل احمد صمدانی صاحب	علی گڑھ
۲۲۔ مولانا فضل الرحیم مجددی صاحب	جے پور
۲۳۔ مولانا احمد بن یعقوب دیولوی صاحب	بھروچ
۲۴۔ جناب عارف مسعود صاحب	بھوپال
۲۵۔ مولانا حافظ سید اطہر علی صاحب	ممبئی
۲۶۔ جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب ایڈوکیٹ	ممبئی
۲۷۔ محترمہ نور جہاں شکیل صاحبہ	کولکاتہ
۲۸۔ ڈاکٹر اسماء زہرا صاحبہ	حیدرآباد
۲۹۔ محترمہ ڈاکٹر صفیہ نسیم صاحبہ	لکھنؤ
۳۰۔ مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی صاحب	لکھنؤ
۳۱۔ محترمہ عظمیٰ عالم صاحبہ	کولکاتہ

مولانا محمد عبداللہ مغیثی کی قرأت کلام پاک سے ساڑھے دس بجے دن اجلاس کا آغاز ہوا۔ گزشتہ اجلاس عاملہ منعقدہ جے پور (۲۰؍مارچ ۲۰۱۵ء) کی کارروائی کے بارے میں جناب کمال فاروقی صاحب نے اس کے چند مندرجات پر اعتراض کیا کہ مطبوعہ کارروائی کے صفحہ ۷ پر وزیر اعظم مودی سے آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کی امکانی ملاقات اور اس کے بعد ظفر سریش والا اور وزیر اعظم مودی کے بارے میں جو جملے ہیں ان کو حذف کردیا جائے اور صفحہ (۱۰) پر صدر بورڈ کو چند ارکان کی جانب سے دیئے گئے خط کے تعلق سے یہ بات غلط لکھی گئی ہے کہ اس خط میں موجودہ صورتحال کا جائزہ لے کر کوئی تحریک منظم کرنے اور اس کو چلانے کی حکمت عملی پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنانے کی تجویز رکھی گئی اور یہ جملہ بھی صحیح نہیں ہے کہ جنرل سکریٹری بورڈ نے فرمایا کہ یہ کمیٹی آئینی حقوق بچاؤ تحریک کے طور پر کام کرے۔ جناب ظفریاب جیلانی صاحب، ڈاکٹر قاسم رسول الیاس صاحب، مولانا عتیق احمد بستوی صاحب، مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب، مولانا سید اطہر علی صاحب، مولانا عبداللہ مغیثی صاحب، مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب، ڈاکٹر اسماء زہرا صاحبہ، صفیہ نسیم صاحبہ، حضرت مولانا مولانا محمد ولی رحمانی اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کے اظہار خیال کے بعد طے پایا کہ صفحات ۷ اور ۹ کے جملوں ”کیونکہ اس ملاقات سے جناب ظفر سریش والا اپنا ذاتی فائدہ اٹھائیں گے اور وزیر اعظم مودی جو اپنے کو مقبول عام شخصیت بنانے کی کوشش میں ہے اسکو استعمال کریں گے“ ——— ”ظفر سریش والا سے صدر بورڈ

کی کیا گفتگو ہوئی وہ ہمارے سامنے آنا چاہئے۔ میڈیا طرح طرح کے سوالات ہم سے کر رہا ہے اور ہم کوئی جواب نہیں دے پا رہے ہیں" کو حذف کر دیا جائے اور صفحہ (۱۰) کے جملوں "صدر بورڈ کو چند ارکان نے ایک خط دیا کہ موجودہ صورت حال کا جائزہ لے کر کوئی تحریک منظم کرنے اور اسکو چلانے کی حکمت عملی پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی جائے۔ جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب نے فرمایا کہ یہ کمیٹی آئینی حقوق بچاؤ تحریک کے طور پر کام کرے" کو حذف کرتے ہوئے یہ عبارت لکھی جائے کہ صدر بورڈ کو چند ارکان نے ایک خط دیا کہ موجودہ صورت حال کے پس منظر میں بورڈ کو مزید متحرک کیا جائے اور ملت اسلامیہ کے لئے ایک لائحہ عمل تیار کیا جائے۔ ان ترمیمات کے ساتھ مجلس عاملہ نے سابقہ اجلاس کی کارروائی کی توثیق کی۔

جناب محمد عبدالرحیم قریشی اسسٹنٹ جنرل سکریٹری نے جے پور اجلاس عام کی قراردادوں کے سلسلہ میں بتایا کہ راجستھان کے اسکولوں میں سوریہ نمسکار اور یوگا کے لزوم کے خلاف عظمت رسول فاؤنڈیشن کی جانب سے راجستھان ہائیکورٹ میں رٹ فائل ہو چکی ہے اور اب تک تین پیشیاں بھی ہو چکی ہیں آئندہ پیشی اس ماہ کے آخر میں مقرر ہے۔ ابھی تک حکومت کا جواب داخل نہیں ہوا ہے جناب ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ نے کہا کہ یوگا کے ساتھ طلبا کو گیتا کا پڑھانا بھی دستور ہند کے خلاف ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ مدھیہ پردیش کی ہائیکورٹ نے اس کو طلبا کے لئے لازم نہیں بلکہ اختیاری قرار دیے جانے کے حکومت کے فیصلہ کو درست قرار دیا ہے۔ اس فیصلہ کے پڑھنے کے بعد ہی مزید قانونی کارروائی پر غور کیا جا سکتا ہے۔ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے کہا کہ یوگا یا گیتا کی تعلیم کے وقت مسلمان طلبا کا شامل نہ ہونا ممکن نہیں ہے۔ بورڈ کو اس پہلو سے بھی مسئلہ کو دیکھنا چاہیے۔ جناب یوسف حاتم مچھالا صاحب ایڈوکیٹ نے کہا کہ فیصلہ کے پورے مطالعہ کے بعد ہم کو سپریم کورٹ جانے کا موقعہ ہے۔ جناب عارف مسعود صاحب نے کہا کہ وہ جلد ہی فیصلہ کی نقل حاصل کر کے روانہ کریں گے۔ طے کیا گیا کہ مدھیہ پردیش ہائیکورٹ کے فیصلہ کا جائزہ لینے کے بعد لیگل سیل سپریم کورٹ سے رجوع ہونے کا فیصلہ کر سکتی ہے۔

مولانا سلمان حسینی ندوی نے کہا کہ بورڈ کی تیاری عوام کی عدالت میں جانے کی ہونی چاہئے اس پر بورڈ توجہ کرے اور نوجوانوں کی دوسری صف تیار کرے۔ ملک کی (۶۰) فیصد آبادی سوریہ نمسکار وغیرہ کے خلاف ہے۔ اس کو صرف اپنا ایشو نہ بنائیں بلکہ اس آبادی کو ساتھ لے کر آگے بڑھیں۔ ورنہ مسائل بڑھتے جائیں گے۔ مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی نے کہا کہ رجال کار (کام کرنے والے) تیار ہوں۔ جرأتمندانہ فیصلہ ہونے چاہئیں۔ دوسرا فریق آر۔ ایس۔ ایس (RSS) اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتا جا رہا ہے۔ ہم تمام طبقات کو ساتھ لے کر تحریک چلائیں۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ جتنا کام کرنا چاہیے ہم نہ کر سکے ہوں لیکن جو کام ہوا وہ کم نہیں ہوا ہے۔ بورڈ کو غیر متحرک قرار دینا پانی پر چلتی ہوئی کشتی میں سوراخ پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ وہ معاملات جو مقدمات سے متعلق ہیں بورڈ ان مقدمات کی پیروی کر رہا ہے۔ سپریم کورٹ کے قابل اعتراض فیصلوں کے تعلق سے ہمارے ہاتھ بندھے ہیں۔ تفہیم شریعت اور اصلاح معاشرہ کی تحریک چل رہی ہے دوسری کوششیں بھی جاری ہیں بدقسمتی سے ملک میں ایسے حالات پیدا ہوگئے ہیں کہ پہلے کی طرح دباؤ نہیں ڈالا جا سکتا۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے تجویز پیش کی کہ آئینی حقوق بچاؤ تحریک کی طرح تحریک چلائی جائے اور مولانا محمد ولی رحمانی صاحب اسکی قیادت کریں اور صدر بورڈ ان کی معاونت کریں اور برادران وطن کو ساتھ لیا جائے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے یہ بھی کہا کہ شریعت سے متصادم عدالتی فیصلوں پر بورڈ کی جانب سے فوری بیان آنا چاہئے اور اپنے مسائل کے حل کے لئے ارباب حکومت سے ملاقات کرنی چاہئے مولانا عبداللہ مغیثی نے ان تجاویز سے اتفاق کیا۔ جناب ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ نے کہا کہ عدالتی فیصلوں پر فوری کسی رکن کا بیان دینا مناسب نہیں ہے جس کا بیان پہلے آئے گا وہی بورڈ کا موقف عوام اور صحافت میں سمجھا جائے گا اور اس لئے مناسب ہوگا کہ عدالتی فیصلوں پر ریمارک صرف بورڈ کے ترجمان کی طرف سے آئے۔ جناب جیلانی صاحب نے عوامی تحریک کی تجویز سے اتفاق کیا۔ محترمہ نور جہاں شکیل صاحبہ نے کہا کہ تحریک مضبوط شخصیت کی قیادت میں چلائی جائے اور اس کے لئے مولانا محمد ولی رحمانی صاحب بہت مناسب ہیں۔ جنرل سکریٹری صاحب سرپرستی کریں محترمہ اسماء زہرہ صاحبہ نے کہا کہ رابطہ عامہ کو مضبوط کیا جائے، سکریٹریٹ کو فعال بنایا جائے اور عدالتی کارروائیوں کی مؤثر پیروی ہو۔ جناب عارف مسعود صاحب نے کہا کہ بورڈ کے سکریٹریٹ کو مضبوط بنانے کے لئے مولانا سید نظام الدین صاحب کو بورڈ کا نائب صدر اور مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کو جنرل سکریٹری بنایا جائے۔ نائب صدر بورڈ مولانا جلال الدین عمری صاحب نے فرمایا کہ بورڈ کو اپنے دائرہ اور مقاصد میں رہ کر کام کرنا چاہیے۔ اس کو وسعت نہیں دینی چاہئے اس وقت حکومت اپنی منشا کو عدالتوں کے ذریعہ پوری کر رہی ہے۔ کسی بھی مجلس عمل

کا بنانا بورڈ کے مفاد میں نہیں ہے دوسرے طبقات کو تحریک میں ساتھ لینے کا جہاں تک تعلق ہے وہ زیادہ دیر تک اور زیادہ دور تک ہمارا ساتھ دیں گے ممکن نہیں ہے مجھے اس کا تجربہ ہے۔ پھر کچھ مدت کے بعد ساتھ دینے والے تحریک کی قیادت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم کو اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہیے۔ ضرورت محسوس ہو تو کمیٹی بنادی جائے کہ وہ غور کرے۔ مولانا سلمان حسینی ندوی صاحب نے کہا کہ بورڈ کے دائرہ کو عقیدے تک بڑھایئے اگر دائرہ وسیع ہو رہا ہے تو اس کی فکر نہ کیجئے کام کرتے رہئے۔ پروفیسر شکیل صمدانی صاحب، مولانا عتیق احمد بستوی صاحب، مولانا محمد ولی رحمانی صاحب، مولانا یسٰین علی بدایونی صاحب، مولانا سید اطہر علی صاحب، مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب اور ڈاکٹر قاسم رسول الیاس صاحب کے اظہار خیالات کے بعد جناب مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری نے فرمایا کہ میں نے اپنی معذوری کا بار بار اظہار کیا ہے۔ مرکزی دفتر میں فعال سکریٹری ہونا چاہئے مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مجھ سے بہتر طریقہ پر کام کرسکتے ہیں۔ صدر بورڈ غور کرکے فیصلہ فرمائیں۔ صدر بورڈ حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے فرمایا کہ مولانا سید نظام الدین صاحب عرصہ سے بورڈ کے لئے کام کررہے ہیں مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری رہیں اور مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کارگزار جنرل سکریٹری کی حیثیت سے کام کریں گے۔ جس سے تمام ارکان نے اتفاق کیا۔ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے کہا کہ میڈیا سے متعلق کوئی بات طے ہونی چاہئے۔ دہلی میں کسی کو ذمہ داری دی جائے۔ غیر مسلموں سے مل کر تحریک چلے مسئلہ قیادت کا نہیں ذہانت کا ہے اس صلاحیت سے کام لیا جائے ان کے ساتھ مل کر کام کریں گے ضم ہو کر نہیں کریں گے۔

موجودہ حالات کے تعلق سے جے پور کے اجلاس عام (مارچ ۲۰۱۵ء) اور آج کے اجلاس عاملہ میں جن اندیشوں کا اظہار کیا گیا اور ان کے تدارک کے لئے ارکان نے تحریک چلانے کے جو مشورہ دیے ان کے پیش نظر طے پایا کہ

موجودہ حالات میں جب کہ فرقہ پرست طاقتیں ملک کو سیکولرازم کے راستہ سے ہٹانے کی سازش چلا رہی ہیں سماجی زندگی کے اہم شعبوں میں اپنے فرقہ پرستانہ ایجنڈے کو نافذ کرنے کے لئے کوشاں ہیں تعلیم کو زعفرانی رنگ دیا جارہا ہے اور مسلم پرسنل لا کو بھی جن قوانین کے ذریعہ تحفظ حاصل ہے از کار رفتہ قوانین کو حذف کرنے کے نام پر ان کو ختم کرنے کی ایک تجویز سامنے آچکی ہے شعوری بیداری کے لئے ایک تحریک بورڈ کی جانب سے شروع کی جائے اور چلائی جائے جو (ا) آزادی وتبلیغ مذہب کے حق کے تحفظ (ب) مسلم پرسنل لا سے متعلق قوانین کے تحفظ (ج) نصاب تعلیم میں ایک خاص مذہب کی تعلیم کو شامل کرنے کی مخالفت اور (د) تعلیمی اداروں میں ایک خاص مذہب سے متعلق عبادات ورسوم کی انجام دہی کی مخالفت میں رائے عامہ بنائے اور اس تحریک میں سیکولر اور انصاف پسند برادران وطن کو بھی ساتھ لیا جائے اس تحریک کے کنوینر حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب ہوں گے اور صدر بورڈ، کنوینر کے مشورے سے اس تحریک کو چلانے کے لئے مجلس عمل تشکیل دیں گے اور اس کے لئے مزید ارکان کو نامزد کریں گے۔

مولانا محمد ولی رحمانی صاحب اور چند ارکان نے کہا کہ میڈیا سے متعلق یہ طے کرنا چاہئے کہ مسلم پرسنل لا بورڈ کے بارے میں کسی واقعہ یا تنقید وتبصرہ کے بارے میں بورڈ کے موقف کو میڈیا کے سامنے رکھنے کے لئے بورڈ کے دو تین ارکان کو ذمہ دار قرار دیا جائے دہلی میں کسی کو ذمہ دار بنانا ضروری ہے تاکہ میڈیا میں بورڈ کا فوری ردعمل آسکے البتہ عدالتی فیصلوں کے بارے میں میڈیا کو بیان صرف بورڈ کے جو ترجمان ہیں وہ دیں گے جو فیصلہ کے جائزہ کے بعد دیا جائے گا۔

طے کیا گیا کہ عدالتی فیصلوں اور مسلم پرسنل لا بورڈ سے متعلق مسائل پر بورڈ کی ترجمانی جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب کریں گے البتہ فوری ردعمل کے اظہار کے لئے صدر محترم ایک دو ارکان کو متعین کریں گے اور میڈیا میں اٹھنے والے مسائل پر ردعمل کے اظہار کے سلسلہ میں صدر محترم چند ارکان کو نامزد کریں گے۔

جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے اجلاس کو بتایا کہ صدر محترم کی مشاورتی نشست میں اس تجویز پر اتفاق رہا کہ بورڈ کی جانب سے علماء کا ایک اجتماع منعقد کیا جائے جس میں فقہائے کرام کے اس متفقہ رائے پر غور کیا جائے کہ ایک مجلس میں تین طلاق تعزیری جرم ہے اور طے کیا جائے کہ اس پر جرمانہ عائد کیا جائے جس کی رقم بڑی ہو اور یہ رقم مطلقہ کو دی جائے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کنوینر ہوں گے۔ جناب کمال فاروقی صاحب نے پیش کش کی کہ امروہہ یا دہلی میں یہ اجتماع طلب کیا جائے تو وہ اس کو کامیاب بنانے کے حتی الامکان کوشش کریں گے اور اس کے اخراجات بھی برداشت کریں گے۔ اجلاس نے اس اجتماع کے انعقاد کی تجویز کو منظور کیا۔

محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے اجلاس کو بتاتے ہوئے کہ ناگپور ہائیکورٹ نے شرعی احکامات کو نظر انداز کرتے ہوئے دادا کے ترکہ میں یتیم پوتے کو حق وارثت دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی گئی۔ اس مقدمہ میں بورڈ کو بحیثیت فریق یا انٹرویز رجوع ہونا چاہئے۔ جناب یوسف حاتم مچھالا ایڈوکیٹ نے کہا کہ اس کیس میں سپریم کورٹ میں اپیل داخل کی

گئی تھی لیکن رجسٹر نہیں ہوئی شاید کوئی اعتراض ہے اس لئے بہتر ہوگا کہ اس کیس کے متعلقہ فریق سے ربط پیدا کرکے سپریم کورٹ میں ناگپور کے ہائیکورٹ کے فیصلہ کو چیلنج کیا جائے۔ اجلاس نے طے کیا کہ قانونی کمیٹی اس سلسلہ میں ضروری فیصلہ اور اقدامات کرے۔ اجلاس نے طے کیا کہ جے پور اجلاس کے بعض فیصلوں کے سلسلہ میں مرکزی حکومت کے ارکان سے ملاقات کی جائے اور ان سے ان معاملات پر گفتگو کی جائے۔ اس گفتگو پر اجلاس کی پہلی نشست کا اختتام ہوا۔

اجلاس کی دوسری نشست بعد نماز مغرب مولانا محمد فضل الرحیم مجددی صاحب کی قرأت کلام پاک سے شروع ہوئی۔ جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے اجلاس کو بتایا کہ مرشدآباد کے مرحوم نواب لاولد تھے ان کے انتقال کے بعد ان کے بھائی نے وراثت کا دعویٰ کیا ان کا بھی قانونی کاروائی کے دوران انتقال ہوگیا پھر مرحوم نواب کے مرحوم بھائیوں کی اولاد اپنے حق وراثت کے لئے رجوع ہوئی نواب صاحب شیعہ تھے اور ایک فریق مرحوم نواب کے مرحوم بھائی کی وہ اولاد ہے جو منکوحہ زوجہ سے نہیں بلکہ متعہ کی زوجہ سے پیدا ہوئی۔ یہ مسئلہ بھی زیر بحث رہا کہ کیا متعہ سے پیدا ہونے والی اولاد بھی وراثت میں حق پاسکتی ہے۔ سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ مرحوم نواب کی وراثت قریبی رشتہ کے مرد کو ملے گی اور عورت وراثت کی حق دار نہیں ہے اس فیصلہ کے خلاف نظر ثانی کی درخواست داخل کی گئی جو رد کردی گئی۔ کیوریٹیو (CURATIVE) درخواست داخل کرنے کی مدت ختم ہوچکی اور بتایا جاتا کہ جو خاتون وارثت کی دعویدار تھی قلاش ہوچکی ہے اس لئے اب مسلم پرسنل لا بورڈ کو PIL درخواست کے ذریعہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کو چیلنج کرنا چاہئے جو واضح طور پر شریعت کےخلاف ہے تاکہ یہ فیصلہ نظیر نہ بننے پائے۔

جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب نے اجلاس کو بتایا کہ جناب یوسف حاتم مچھالا کے گھٹنوں کے آپریشن کے لئے داخل دواخانہ ہونے کی وجہ سے ایڈوکیٹ ایم۔آر۔شمشاد کی رائے حاصل کی جنہوں نے رائے دی کہ یہ فیصلہ سپریم کورٹ کے پچھلے فیصلوں سے متضاد ہے مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق نائب صدر بورڈ نے بتایا کہ متعہ سے ہوئی اولاد بھی وارث ہے۔

جناب ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ کی اس تجویز سے اجلاس نے اتفاق کیا کہ جناب یوسف حاتم مچھالا کے سپرد یہ کیس کیا جائے اور انہیں PIL داخل کرنے کا اختیار دیا جائے۔

پروفیسر شکیل صمدانی صاحب نے آثارِ قدیمہ کے تحت مساجد کے بارے میں رپورٹ پیش کی اس کمیٹی کا اجلاس ۳/ جون کو دہلی میں منعقد ہوا تھا۔ رپورٹ میں بتایا گیا کہ ان مساجد میں نماز کی ممانعت تو ہے لیکن کھیل کود، جوے بازی، قماربازی اور دیگر کاموں سے کوئی روک ٹوک نہیں ہے کمیٹی نے یہ سفارش کی کہ دہلی کی ایسی مساجد کا سروے کرکے عاملہ میں اس کی رپورٹ پیش کی جائے اور پھر عاملہ کی منظوری کے بعد ان کے تعلق سے دہلی ہائیکورٹ میں پٹیشن داخل کی جائے اس رپورٹ پر جناب ظفریاب جیلانی صاحب ایڈوکیٹ، ڈاکٹر قاسم رسول الیاس صاحب، مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب، مولانا محمد ولی رحمانی صاحب، جناب عارف مسعود صاحب، مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب نے اظہار خیال کیا۔

مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری نے تجویز رکھی کہ بورڈ کی کمیٹیوں کے لئے گائیڈ لائنس بنائے جائیں رمضان شریف کے بعد بورڈ کی کمیٹیوں کے کنوینرس اور سکریٹریز کا اجلاس ہو کمیٹیوں کے کام میں تیزی لانے اور پھیلانے پر غور ہو اور ضرورت ہو تو زون وار کام کی طرح ڈالی جائے۔ ہر کام کے لئے ضابطہ کار بنایا جائے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے فرمایا کہ اس اجلاس میں کام کرنے کے راستے میں جو دشواریاں ہیں ان پر بھی غور کیا جائے۔ اور ان کو سامنے رکھ کر فیصلے کئے جائیں۔ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی تجویز پر طے کیا گیا کہ کمیٹیوں کے کنوینرس کا یہ اجلاس دہلی میں یکم یا ۲/اگست کو منعقد کیا جائے۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب صدر بورڈ نے اپنی صدارتی تقریر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ بڑے اہم معاملات کا حل اس اجلاس میں پرسکون انداز میں تلاش کرلیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ دل اگر صحیح ہے تو اللہ کے یہاں وہ عمل مقبول ہے ہر شخص کو اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے کہ اللہ کی رضا کے لئے کام کرتے رہیں اس سے دل میں خوشی ہوتی ہے کہ اللہ نے ہم سے کام لیا اللہ نے جو صلاحیتیں ہم کو دی ہیں اللہ اس سے اچھا کام ہم سے لے۔ صدر بورڈ نے فرمایا کہ ہندوستان میں اسلام کے تحفظ کے لئے ہم دفاعی کوششیں کریں گے اس کے لئے قانونی راستہ بھی اختیار کریں گے اس کا ہم کو دستور نے حق دیا ہے۔ دستور کی حیثیت ایک معاہدہ کی ہے اس کو قائم اور برقرار رکھنے کی کوشش بھی ہم کرتے رہیں گے۔

صدر محترم نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے اندر اتحاد باقی ہے الحمد اللہ یہ موجود اور قائم رہے مسلم ملکوں میں ایسا کوئی ادارہ نہیں ہے جو رضاکارانہ طور پر کام کرنے والوں پر مشتمل ہو۔ یہ خصوصیت صرف ہمارے یہاں ہے اللہ کام کرنے والوں کی کوششوں کو قبول فرمائے۔

صدر محترم کی بارگاہ رب العزت میں دعا پر اجلاس اختتام کو پہنچا۔

۞۞۞

یوگا —— ایک تجزیہ

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (سکریٹری بورڈ)

اسلام کی نظر میں صحت اللہ کی امانت ہے، اس کی حفاظت نہ صرف جائز؛ بلکہ واجب ہے، کوئی بھی ایسا عمل، جو انسانی صحت کو برباد کرنے والا ہو، درست نہیں؛ اسی لئے شریعت میں ایسی چیزوں کو منع فرمایا گیا ہے، جو نشہ پیدا کرنے والی، یا جسم کو نقصان پہونچانے والی ہو، نشہ آور چیزوں کو ''مسکر'' کہتے ہیں اور نقصان دہ چیزوں کو ''مفتر'': ''نھی النبی ﷺ عن کل مسکر و مفتر'' (سنن أبي داؤد، کتاب الأشربۃ، باب النھی عن المسکر، حدیث نمبر: ۳۶۸۶) —— اسلام میں صفائی ستھرائی کا ایک پورا نظام مقرر کیا گیا ہے، قضاء حاجت کے ساتھ استنجا کو ضروری قرار دیا گیا ہے، ہر نماز کے لئے وضوء لازم کیا گیا ہے، ایسے اسباب کی بناء پر غسل واجب قرار دیا گیا، جن کی بار بار نوبت آتی ہے، ناخن کاٹنے کی ترغیب دی گئی، ختنہ کا حکم دیا گیا، جسم کا فاضل بال صاف کرنے کو فرمایا گیا، سوتے وقت چراغ بجھا دینے کو کہا گیا؛ کیوں کہ اس کا دھواں انسان کے لئے نقصان دہ ہے، زمین، فضا اور پانی کو آلودگی سے بچانے کی ہدایت کی گئی، غور کیا جائے تو ان سب کا مقصد صحت انسانی کی حفاظت اور بیماریوں سے بچاؤ ہے۔

دوسری طرف علاج کی ترغیب دی گئی اور طبی تحقیق کرنے والوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے آپ ﷺ نے فرمایا: بوڑھاپے اور موت کے سوا کوئی بیماری ایسی نہیں، جس کے لئے اللہ نے دوا نہ پیدا فرمائی ہو:

''إن اللّٰہ عز وجل لم ینزل داء إلا لہ دواء إلا الموت''

(المعجم الکبیر، حدیث نمبر: ۸۹۲۹)

ایسے کھیلوں کی اجازت دی گئی، جو جسم کی توانائی کو برقرار رکھنے میں ممد و معاون ہو، جیسے گھوڑ سواری، دوڑ، تیر اندازی اور کشتی وغیرہ؛ کیوں کہ یہ صحت کی برقراری کے لئے فطری علاج کا درجہ رکھتے ہیں؛ اس لئے ایسی ورزشیں جو صحت کی حفاظت میں مددگار ہو اور جن کے ذریعہ انسان بیماریوں سے بچ سکتا ہو، جائز ہی نہیں مستحسن ہے، اس طرح کی ورزشیں زمانہ قدیم سے مروج رہی ہیں، مسلمانوں کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوا؛ بلکہ بعض حضرات کا تو خیال ہے کہ نماز کی حرکات وسکنات میں بھی بندگی کے ساتھ ساتھ صحت وزندگی کا پہلو ملحوظ ہے اور نماز کے مختلف افعال کے ذریعہ جسم کے مختلف جوڑ اور ہڈیوں کی ورزش بھی ہوتی جاتی ہے، اس زمانہ میں ورزش کے جو طریقے نکلے ہیں، ان میں ایک جوڈو، کراٹے بھی ہیں، جس کے ذریعہ انسان کے اندر مدافعت کی قوت بھی بہم پہونچتی ہے، ورزش میں بنیادی طور پر یہ بات ضروری ہے کہ ستر کا لحاظ رکھا جائے اور جسم کے جن حصوں کو چھپانا شرعاً واجب ہے، انہیں چھپایا جائے، افسوس کہ ورزش کی بہت سی صورتوں میں اس کا لحاظ نہیں رکھا جاتا ہے اور محض ایک چڈی پہن کر کشتی کھیلی جاتی ہے یا ورزش کی جاتی ہے، یہ صورت یقیناً ناشائستہ اور اخلاق کے مغائر ہے، اس اصول کی رعایت کے ساتھ ورزش کی جو بھی صورت ہو، وہ شرعاً جائز ہوگی، آج کل تو اس کے لئے بڑے بڑے ''جیم'' وجود میں آچکے ہیں، جس میں وزن اٹھانے، گھونسہ مارنے، مشینی سائکلیں چلانے اور جسم کے مختلف اعضاء کی تقویت کے لئے مخصوص ورزشیں کرنے کا انتظام ہے، بلکہ اس کے لئے مربی بھی ہوتے ہیں، جیسا کہ عرض کیا گیا، اگر ستر کی رعایت کے ساتھ یہ ورزشیں ہوں، تو کوئی قباحت نہیں؛ بلکہ ایک حد تک ان کو مستحب بھی کہا جا سکتا ہے۔

''یوگا'' —— جو اس وقت پوری دنیا میں رواج پا رہا ہے، اور جسے عام طور پر ہندوستان کی ایجاد سمجھا جاتا ہے —— بھی بظاہر ورزش کی ایک صورت معلوم ہوتی ہے، یوگا سکھانے والوں کا دعوی یہی ہے کہ یہ ورزش کا ایک طریقہ ہے، یوگا کے مقاصد اور اس کے فوائد اتنے زیادہ بتائے گئے ہیں کہ گویا یہ ہر بیماری

کے لئے اکسیر ہے، یوگا کے مقاصد اور اس کے طریقۂ کار کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے بارے میں مسلمانوں کی طرف سے دو مختلف نقطۂ نظر سامنے آئے ہیں، بعض حضرات نے یوگا کے مقاصد پر نظر رکھا ہے کہ اس کے ذریعہ صحت کا حصول اور جسمانی تقویت مقصود ہے اور یہ جائز مقاصد ہیں؛ اس لئے یوگا کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ البتہ اتنی احتیاط کرنی چاہئے کہ جب غیر مسلم شرکاء "اوم" کہیں تو مسلمان "اللہ" کہیں، اس نقطۂ نظر کا اظہار زیادہ تر مسلمان دانشوروں کی جانب سے ہوا ہے، ارباب افتاء کی طرف سے غالباً اس طرح کی بات سامنے نہیں آئی ہے، ایک مشہور معتبر ادارہ کے ذمہ دار کی طرف سے یہ بات ضرور کہی گئی ہے، مگر وہاں کے دارالافتاء نے اس سلسلہ میں فتوی صادر نہیں کیا ہے۔

بعض اہل علم نے یوگا کے طریقۂ کار پر نظر رکھا ہے، انہوں نے اسے ناجائز قرار دیا ہے؛ کیوں کہ یوگا میں جو حرکات و سکنات اور جسم کے لئے جو وضع اختیار کی جاتی ہے، وہ بدھسٹوں اور ہندوؤں کے طریقۂ عبادت سے کافی ملتی جلتی ہے، جیسے ایک خاص وضع پر بیٹھنا، ہاتھ جوڑنا، ہاتھ جوڑ کر اور پیشانی سے لگا کر نمسکار کرنا، اوم کہنا وغیرہ، اس کے علاوہ سورج پرستی کا رنگ بھی اس میں نمایاں ہے؛ کیوں کہ سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کے وقت یوگا کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے اور اسی کی طرف رخ کر کے ورزش کی جاتی ہے، جن حضرات نے اس پہلو کو سامنے رکھ کر یوگا کے ناجائز ہونے کا فتوی دیا ہے، ان میں عالم اسلام کے علماء کی بڑی تعداد ہے، انڈونیشیا میں علماء کی مجلس نے اس کو حرام قرار دے دیا ہے، ملیشیا کی مجلس اسلامی نے بھی اسے ناجائز کہا ہے، یہ بات بھی ظاہر ہے کہ بدھسٹوں کے قریب ہونے کی وجہ سے ان ممالک کے لوگ ان کے طریقۂ عبادت سے زیادہ واقف ہیں، عالم عرب کے اہل علم نے بھی عام طور پر یہی نقطۂ نظر اختیار کیا ہے، اس سلسلہ میں مصر کے مفتیِ اعظم شیخ علی جمعہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، سعودی عرب اور کویت کے اہل علم نے بھی اسے ناجائز ہی سمجھا ہے۔

یہ تو نہیں کہا جا سکتا ہے کہ جو لوگ یوگا کرتے ہیں، وہ ہندو یا بدھ عقائد پر یقین رکھتے ہیں، ان کا مقصد تو عام طور پر ورزش اور حفظانِ صحت ہوتا ہے؛ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام میں غیر مسلموں کا تشبہ اختیار کرنے کو منع کیا گیا ہے، یوں تو تہذیبی اور تمدنی جہتوں سے بھی غیر مسلموں کی مماثلت اختیار کرنے کو منع کیا گیا ہے؛ لیکن غیر مسلم جن کاموں کو مذہبی نقطۂ نظر سے کرتے ہیں، ان کی مشابہت سے بچنے کا زیادہ تاکیدی حکم آیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے مختلف ہدایات کے ذریعہ اس کو مؤکد فرمایا ہے، جیسے: یہود یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے، آپ ﷺ نے اس کے ساتھ ایک اور روزہ کے اضافہ کا حکم دیا، یہود رات کا کچھ حصہ گذرنے کے بعد روزہ افطار کرتے تھے، آپ ﷺ نے مسلمانوں کو غروب آفتاب کے ساتھ ہی روزہ افطار کرنے کا حکم فرمایا، عیسائی حضرات روزہ میں گفتگو کو بھی ممنوع سمجھتے تھے، اسلام میں نہ صرف اس کی اجازت دی گئی؛ بلکہ روزہ کی وجہ سے ترک گفتگو کو بھی منع کیا گیا، سورج پرست قومیں طلوع آفتاب، غروب آفتاب اور جس وقت سورج نصف آسمان پر ہو، اس وقت سورج کی عبادت کیا کرتی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے ان تینوں اوقات میں نماز پڑھنے کو منع فرمایا؛ چنانچہ فقہاء قریب قریب اس بات پر متفق ہیں کہ ان تینوں اوقات میں نوافل یا فرائض کا پڑھنا جائز نہیں۔

شریعت کے اس مزاج کو فقہاء و محدثین نے ہر جگہ برتنے کی کوشش کی ہے، اس طرح نماز پڑھنا کہ نمازی کے عین سامنے چراغ جل رہا ہو، اسے آتش پرستوں کے مشابہت کی وجہ سے منع کیا گیا، چوں کہ بعض قومیں ہتھیار کی اور بعض قومیں جانوروں کی پرستار تھیں؛ اس لئے مشہور محدث امام بخاریؒ اپنی کتاب میں یہ عنوان قائم کرنے پر مجبور ہوئے کہ "نمازی کے سامنے جانور یا ہتھیار رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟" اس طرح نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے کہ کوئی تصویر نمازی کے سامنے ہو؛ کیوں کہ اس سے تصویر پرستی کی بو آتی ہے، جو بہت سی مشرک قوموں میں مروج ہے، اس بات کو بھی پسند نہیں کیا گیا کہ نمازی کے عین سامنے کوئی شخص اس طرح بیٹھا یا کھڑا ہو کہ اس کا چہرہ نمازی کی طرف ہو کہ بادشاہ پرست قومیں اس طرح اپنے بادشاہوں اور بزرگوں کی پرستش کیا کرتی تھیں، غرض کہ قدم قدم پر اس بات کا لحاظ رکھا گیا کہ ظاہری طور پر بھی مسلمانوں کے طریقۂ عبادت میں غیر مسلموں کے طریقۂ عبادت سے مماثلت نہ پیدا ہو۔

اگر اس پہلو کو سامنے رکھا جائے، تو یہ بات سمجھ میں آتی کہ صرف

ورزش ہونے کی بناء پر یوگا کو جائز قرار دینا درست نہیں، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے طریقۂ کار میں غیر مسلموں سے مشابہت کے رنگ کو سامنے رکھا جائے، اس میں شبہ نہیں کہ ''یوگا'' کے حرکات وسکنات عام ورزشوں کی طرح محض ایک ورزش نہیں، بلکہ اس میں مذہبی رنگ بھی ہے یا کم سے کم مذہبی شخصیتوں نے اس فن کو اپنے ہاتھ میں لے کر اس میں مذہبی رنگ پیدا کر دیا ہے، جب ہی اس میں ''نمسکار'' بھی ہے، ''اوم'' کا لفظ بھی ادا کیا جاتا ہے، جو لوگ اس کی تربیت دیتے ہیں، وہ خود مذہبی شخصیت ہیں اور اپنی وضع وقطع میں پوری طرح مذہب کی نمائندگی کرتے ہیں اور عام طور پر مذہبی چمتکار کے طور پر اسے دیکھا جاتا ہے، بعض دفعہ خیال ہوتا ہے کہ ہندوستان میں سنگھ پریوار والوں کا کہنا ہے کہ ''ہندوتوا'' تمام ہندوستانیوں کی تہذیب کا حصہ ہے اور ان کے مشترک طریقۂ زندگی سے عبارت ہے؛ اس لئے تمام مذہب والوں کو اس میں شریک ہونا چاہئے، کہیں ایسا تو نہیں کہ یوگا اسی کوشش کا حصہ ہو اور اس کا مقصد بالواسطہ طریقہ پر ہندوستان میں بسنے والی مذہبی اقلیتوں کا ہندوکرن کرنا ہو۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آدمی جب کسی عمل میں شریک ہوتا ہے، تو آہستہ آہستہ اس سے مانوس ہوتا جاتا ہے، بیگانگت دور ہونے لگتی ہے اور انسان کے لئے وہ عمل قابلِ قبول ہو جاتا ہے؛ اسی لئے جو مسلمان غیر مسلم بھائیوں کے ماحول میں شب و روز رہتے ہیں اور ان کی مذہبی اور تہذیبی تقریبات میں شرکت کرتے رہتے ہیں، وہ آہستہ آہستہ فکری طور پر اسے قبول کرتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ بعض دفعہ اپنی شناخت کو گم کر جاتے ہیں، ارتداد کا خطرہ ان پر منڈلاتا رہتا ہے؛ اس لئے ''یوگا'' کی مروجہ شکل کو اگر ہم حرام نہ کہیں، تو اس کے مکروہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں، مسلمانوں کی اس میں شرکت ان کے تشخص کے لئے ایک خطرہ ہے اور موجودہ حالات میں جب کہ مسلمانوں کو غیر مسلم سماج میں ضم کرنے کی مسلسل کوششیں ہو رہی ہیں اور ان کے اپنے دین پر ثابت قدمی کو شدت پسندی اور بنیاد پرستی کا نام دیا جا رہا ہے، انہیں پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے کہ کہیں ان کو پھنسانے کے لئے کوئی دامِ ہم رنگ زمین تو نہیں بچھایا جا رہا ہے۔

۞۞۞

بقیہ: یوگا اسلامی تناظر میں

اسی طرح اگر کوئی مسلمان اللہ کا ذکر، مناجات اور تسبیحات کے لیے ایسی جگہ منتخب کرے جو مرکزِ کفر وشرک ہو یا اس کا ایک حصہ ہو جیسے مندر، آشرم اور مٹھ وغیرہ۔ جیسا کہ آج کل کے آشرم اور مٹھ بڑے خوبصورت، کشادہ اور آرام دہ ہوا کرتے ہیں۔ روحانیت کے متلاشی مختلف لوگ یہاں تپسیا وغیرہ کرتے ہیں، تو کیا مسلمان کا روحانی ارتقاء کے لیے مسجدوں کو چھوڑ کر مٹھوں، آشرموں اور کیندروں میں بیٹھ کر مراقبہ کرنا، تسبیحات اور مناجات کرنا جائز ہوگا؟ ان دونوں مثالوں کے لیے جو جواب ہوگا وہی یوگا کے بارے میں بھی ہوگا۔

اسلام کی روح اور مزاج کی حفاظت دورِ حاضر کا اہم تقاضہ ہے۔ محض جسمانی ورزش اور بیماریوں کے علاج کے نام پر یوگا کی پریکٹس کو اپنا کر اسلامی روح کو برقرار نہیں رکھا جاسکتا۔ سائنس کے مطابق اسلام کی عبادتیں خود اس طرح کی ہیں کہ ہر مومن لازمی طور پر روزانہ مراقبہ، اطمینانِ قلب اور ورزش سے مستفید ہوتا ہے۔ پانچ وقت کی نماز، روزے، حج وعمرہ اور اعتکاف میں بندہ اللہ سے لو لگاتا ہے۔ اللہ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہر دن فرض، سنت اور نفل نمازوں میں قیام، رکوع، سجدے اور قعدہ سے باضابطہ ورزش اور مراقبہ کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ تلاوت کلام پاک، ذکر وتسبیحات، محاسبۂ نفس، توبہ واستغفار اور رجوع الی اللہ سے بندے کو جسمانی وروحانی قوت مل جاتی ہے۔

جس مسلمان کے دل میں ایمانی حرارت ہوتی ہے وہ کفر کرنا تو دور کی بات، کفر کے تصور سے بھی کانپ جاتے ہیں۔ وہ ایسے موحد ہوتے ہیں کہ توحید پرستی ان کی زندگی کا قیمتی سرمایہ ہوتا ہے۔ کفر وشرک اور نفاق جیسے گناہ انھیں چھو بھی نہیں سکتے۔ وہ شیطان کی چال بازیوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ پختہ عقیدۂ توحید اور اعلیٰ اسلامی کردار وخشیت الٰہی کے ذریعہ اپنے نفس کو مطمئن رکھتے ہیں۔ یہی وہ اسلامی اسپرٹ اور روح ہے جو ہمیں اللہ کا محبوب بندہ بنا کر دنیا وآخرت میں سربلند کرتی ہے۔

۞۞۞

یوگا ـــــ ورزش یا طریقۂ عبادت

مولانا قیصر کمال نیازی

۲۱؍جون عالمی یوگا ڈے YOGA DAY بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منایا گیا اور اس سے پہلے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ یہ بات دماغ میں اتارنے کی کوشش کی گئی کہ یوگا صرف ایک ورزش ہے، مختلف طریقہ سے جب اسکی حقیقت سامنے آنے لگی تو یہ کہا گیا کہ ''اوم'' پڑھنا ضروری نہیں ہے پھر اس کے بعد یہ کہا گیا کہ سوریہ آسن (سورج) جو نہ چاہیں نہ کریں پھر یہ کہا گیا کہ مختلف آسنوں میں اشلوک پڑھنا بھی ضروری نہیں ہے اس طرح تدریجاً یہ کوشش کی گئی کہ یوگا کو ان لوگوں کے دلوں میں اتارا جائے جو کسی بھی وجہ سے اس سے الگ رہنا چاہتے ہیں۔

سادھوی پراچی نے اور مختلف لیڈروں نے یوگا نہ کرنے والوں پر الفاظ کے تیر چلائے اور یہاں تک کہہ دیا کہ یوگا قدیم ہندوستانی کلچر کا حصہ ہے جو لوگ نہیں کرنا چاہتے ہیں، وہ پاکستان چلے جائیں ـــــ یہ کہنا تو مشکل ہے کہ پراچی اور ان جیسے لوگ ایسے کتنے لوگوں کو پاکستان بھیجیں گے یا بحیرۂ عرب میں ڈال دیں گے جنھوں نے یوگا نہیں کیا۔ انہیں سب سے پہلے بی جے پی کے صدر امت شاہ کے بارے میں فیصلہ کرنا چاہئے کیونکہ انہوں نے معین الحق اسٹیڈیم پٹنہ میں یوگا پر بھاشن تو دیا مگر انہوں نے یوگا کیا نہیں۔ وہ یوگا کرمیوں کو دیکھتے رہے۔

بھارت میں ایک بہت بڑے طبقہ کا یہ ماننا رہا ہے کہ یوگا برہمنی دھرم اور ویدک کلچر کا اٹوٹ انگ ہے اسلئے سکھوں، مسلمانوں، عیسائیوں اور بہت سے ہندوؤں نے یوگا ڈے سے دلچسپی نہیں لی ورنہ مرکزی حکومت بی جے پی اور آر ایس ایس کی زور آزمائی کے باوجود وزیر اعظم نریندر مودی کے ساتھ صرف ۳۶؍ ہزار افراد یوگا نہیں کرتے۔

یوگا ڈے کے بعد مرکزی وزیر تعلیم اسمرتی ایرانی نے مرکزی حکومت کے تحت چلنے والے اسکولوں میں چھٹی سے دسویں کلاس تک کے طلبہ کیلئے یوگا کو لازمی قرار دینے کا اعلان کیا، یوگا کے ٹیچروں کی بحالی، نصابی کتابوں میں یوگا کی تعلیم اور ان جیسی کئی چیزیں ان کے اعلان کا حصہ تھیں۔

سوال یہ ہے کہ ایک سیکولر ملک میں حکومت کسی خاص مذہب یا خاص تہذیب سے وابستہ ہو کر اس کی تبلیغ و اشاعت کا کام کر سکتی ہے یا نہیں؟ آئین ہند نے حکومت کو ایسے کسی بھی اقدام عمل سے روکا ہے اور آئین ہند کی کئی بنیادی دفعات اس سلسلے میں بہت واضح ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ یوگا برہمنی دھرم اور ویدک کلچر کا حصہ ہے یا نہیں؟

سب سے پہلے یوگ، یوگا اور یوگی کو ذہن میں رکھئے۔ یوگ سنسکرت کا لفظ ہے جس کے معنی ملانے اور جوڑنے کے آتے ہیں۔ یوگا وہ عمل ہے جو ملانے اور جوڑنے کا کام کرے اور یوگی وہ شخص ہے جو اس کام کو انجام دے۔

برہمنی دھرم کی اصطلاح میں انسان اس کی روح اور پرماتما کے جوڑ کو یوگ کہتے ہیں، وِدْوانوں (ماہرین) کی رائے ہے کہ ''جیو، آتما پرماتما کے مل جانے کو یوگ کہتے ہیں'' شری کرشن جی نے ارجن جی کو یوگ کی تعلیم دی، بھاگوت گیتا کا چھٹا باب یوگا پر مشتمل ہے اور اس باب کا نام بھی یوگا ہے ساڑھے تین سو صفحے کی کتاب بھاگوت گیتا میں تقریباً ڈیڑھ سو صفحات پر چھٹا باب مشتمل ہے کرشن جی نے ارجن جی کو جہاں یوگا کی تعلیم دی وہی یہ نصیحت بھی کی کہ ''یوگا کرمسو کوشیلم'' کرم (عبادت) کو مہارت کے ساتھ کرنا یوگا ہے) کرشن جی کی یہ نصیحت کا مفہوم یہ ہے کہ یوگی کا یوگا یوگ اس وقت بنتا ہے جب اس میں مہارت ہو ـــــ

برہمنی دھرم میں شروع زمانے سے یوگا کو بہت اہم مقام حاصل

ہے، شیو جی کو یوگا کرتے دکھایا گیا ہے اور گیتا مہابھارت اپنشد وید جیسی بنیادی دھارمک کتابوں میں یوگا کی اہمیت کو بہت مفصل انداز میں بیان کیا گیا ہے، پتنجلی نے یوگا کو ایک فن کی حیثیت دی اور اس کے بڑے فوائد گنائے ہیں، یوگا کی بڑی اہم خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس میں دھیان کے ذریعہ گیان کی پراپتی ہوتی ہے اور منوش اپنی آتما اور اپنے اندر چھپے ہوئے پرماتما کو پالیتا ہے اس میں یہ صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ غیب کی چیزوں کو جان لے ـــــ

یوگا کا ایک بڑا مقصد دنیا کی تمام تکلیفوں اور آشائشوں سے الگ ہوجانا اور پیدائش اور موت کے چکر سے چھٹکارا پالینا بھی ہے، مہابھارت میں یوگ کے مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بھی لکھا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ منوش मनुष برہما کی دنیا میں پرویش کرسکتا ہے (داخل ہوسکتا ہے) یوگا کے جو فوائد بنیادی دھارمک کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ یوگا روح کو پاک کرتا ہے یوگی کو روحانی ہدایت حاصل ہوتی ہے روحانیت میں ترقی ہوتی ہے پرماتما خوش ہوتا ہے یوگی میں ایک غیبی طاقت سما جاتی ہے، یوگی آگ پانی ہوا پر کنٹرول کرسکتا ہے، یوگی کو پچھلے جنموں کی باتوں کا پتہ چل جاتا ہے، اور وقت سے پہلے ہونے والے واقعات کا علم ہوجاتا ہے، یوگی کو اپنی موت کے وقت کی خبر ہوجاتی ہے،

یہ ساری خصوصیتیں جو یوگ کی بیان کی گئیں ان کا اثر عقیدہ اور عمل پر پڑتا ہے،

لفظ ''اوم'' سے یوگا کی ابتدا ہوتی ہے اور ہر مرحلے میں ''اوم'' کا جاپ ہوتا ہے لفظ اوم برہمنی عقیدہ کے مطابق پرمیشور (برہما وشنو مہیش) کو پکارنے کیلئے بولا جاتا ہے،

یوگا کا پہلا آسن سوریہ آسن ہے جس میں سورج کو نمشکار کیا جاتا ہے اسکی ابتدا بھی اوم سے ہوتی ہے اور پھر اوم آدتیائے نمہ۔ اوم ساوترائے نمہ۔ اوم آرکائے نمہ۔ اوم بھاسکر یائے نمہ۔ کا جاپ کیا جاتا ہے (ترجمہ: نمشکار اس کو جو آدیتی کا بیٹا ہے نمسکار اس کو جو زندگی کا مالک ہے نمسکار اس کو جو تعریفوں کا حقدار ہے، نمسکار اس کو جو تقدیر اور عقل کا دینے والا ہے) اور یہ بھی پڑھا جاتا ہے:

اوم گرور برہمہ اوم گرورویشنو اوم گروردیو مہیشو رگرو ساکشت پر براہمہ

(گرو برہما ہے گرو وشنو ہے گرو شیو ہے میں ان گروؤں کے آگے جھکتا ہوں)

بھومنا یہ منترا اسمدراو سنے دیوی پرورتھنہ منستھو ہیوم پدشپر سم کشما وسم۔ (یعنی بھودیوی آپ کا لباس سمندر ہے پہاڑ آپ کا سینہ ہے میں آپ کے آگے جھکتا ہوں میرے گناہوں کو معاف کردیجئے) اتنے سارے منتر اور جاپ صرف سوریہ آسن کے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی جاپ ہیں جو سوریہ آسن میں پڑھے جاتے ہیں تب کہیں جا کر سوریہ آسن کا عمل پورا ہوتا ہے۔

یوگ کے بہت سے آسن ہیں اور ہر آسن میں مختصر یا طویل جاپ ہیں تب یوگا مکمل ہوتا ہے اسطرح یوگا ایک مکمل مذہبی عمل اور ایک طریقہ عبادت اور بھکتی کی راہ ہے یوگ کی بنیاد میں کہیں بھی صحت اور حفظان صحت کی بات نہیں کی گئی ہے اور نہ دھارمک کتابوں میں یوگا کو صحت کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔

ویدک عہد سے پہلے ہی یوگ کا عمل جاری تھا اور ویدک دور میں یہ ویدک کلچر کا بھی حصہ بن گیا پرانی مورتیاں موہن جوداڑو اور ہڑپا کے نقش و نگار بھی یوگ کے شہادت دیتے ہیں اور یوگ کے ایک اہم حصہ جنسیات کے آثار بھی مورتیوں اور نقش و نگار کی شکل میں ملتے ہیں اسطرح برہمنی دھرم کا اثر کلچر اور تہذیب پر نمایاں رہا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ یوگ برہمنی دھرم اور ویدک کلچر کا اہم حصہ ہے۔

آئین ہند کی رو سے حکومت ہند کا کوئی مذہب نہیں ہے اور نہ حکومت کسی مذہب یا تہذیب کی اشاعت کرسکتی ہے۔ اس لئے آئین ہند کے پیش نظر یوگ کی سرکاری سرپرستی غلط ہے اور اسے سرکاری تعلیم گاہوں میں رائج کرنا نصابی کتابوں میں شامل کرنا اس کے لئے ٹیچر بحال کرنا اسکی حوصلہ افزائی کیلئے حکومتی سطح پر انعامات دینا ہندوستان کے آئین کے خلاف اقدامات ہیں۔

❁❁❁

یوگا اسلامی تناظر میں

مفتی محمد فیاض قاسمی (رہوا، رامپور، وارث نگر، سمستی پور)

اسلام نے عقل و روح کو پروان چڑھانے کے ساتھ ساتھ جسمانی طاقت وقوت میں اضافہ کے لیے جسمانی ورزش اور کھیل کود کی اجازت دی ہے۔ اللہ پاک نے اہل حق کو ایک طاقت ور قوم وملت بننے کا حکم دیا اور انفرادی طاقت وقوت کی طرف اشارہ بھی کیا۔ اَلْمُؤمِنُ الْقَوِیُّ خَیرٌ و اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنَ الْمُومِنِ الضَّعِیفِ وَ فِی کُلٍ خَیرٍ، اِحرِص عَلٰی مَنْ یَنفَعُکَ وِ اسْتَعِنْ بِاللّٰہِ وَلَا تَعْجِزْ۔ (صحیح مسلم) اللہ پاک کے نزدیک طاقت ور مومن بہتر اور زیادہ محبوب ہے کمزور مومن کے مقابلے میں۔ ہر ایک کے اندر خیر ہے۔ ایسے کاموں کے حریص بنو جو تمہیں فائدہ پہنچائے، اللہ سے مدد مانگو، عاجز اور مجبور نہ بنو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسجد میں اہل حبشہ کو نیزوں سے کھیلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: دُونَکُم یَا بَنِی اَرْفَدَۃَ تَعلَمِ الْیَھُودُ اَنَّ فِی دِیْنِنَا فَسْحَۃً۔ اے بنوارفدہ! تم اسے مضبوطی سے تھام لو، تا کہ یہود کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے مذہب میں کشادگی ہے۔ متعدد احادیث سے بھی پتا چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گھوڑ سواری، تیراکی اور تیراندازی جیسے کھیل پسند تھے۔

کھیل کود کی اسلام میں جہاں اجازت ہے وہیں حدود شرع سے تجاوز کرنے کی ممانعت بھی ہے، لہٰذا وہ کھیل جو اسلامی احکامات سے ٹکراتے ہیں وہ ممنوع قرار پاتے ہیں: جیسے دوران کھیل ستر کھلا رکھنا، نماز کے اوقات کو ضائع کرنا، کھیل کے شوق میں پیسہ اور صلاحیتیں برباد کرنا، عورتوں کا ضروری پردہ کا خیال نہ رکھنا یا پھر مرد وعورتوں کا اختلاط وغیرہ۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں مسلمانوں اور ایرانیوں کے بیچ اختلاط شروع ہو گیا۔ مسلمانوں میں عجمیت کے سماجی و روایتی جراثیم سرایت کرنے لگے۔ کبوتر بازی، شطرنج بازی، نرد بازی جیسے شوق لوگوں کے درمیان ابھرنے لگے۔ صحابہ کرامؓ نے سختی سے ان لہو ولعب سے منع کیا۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک گھر میں کرایہ دار رہتے تھے، ان کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ نرد کھیلتے ہیں، حضرت عائشہؓ سخت ناراض ہوئیں اور کہلا بھیجا کہ اگر نرد کی گوٹیوں کو میرے گھر سے باہر نہ پھینکو گے تو میں اپنے گھر سے نکال دوں گی۔ وہ امت جو نبی کی نیابت کے لیے مبعوث کی گئی، جسے خیر امت کا لقب ملا اس کو گوٹیوں اور نرد جیسے لغویات سے بچانا ضروری تھا۔ حضرات صحابہ کا لہو ولعب کے بارے میں داد گیر کرنا اور حضرت عائشہؓ کی وارننگ مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہے اور اس سے کھیلوں کے سلسلہ میں اسلام کے مزاج کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

زمانہ قدیم میں بدھسٹ اور راہب ورزش اور لڑائی کے داؤ پیچ میں مہارت رکھتے تھے۔ تھائی لینڈ، کوریا، چین اور جاپان جیسے ممالک میں کراٹے، کنفو اور جوڈو وغیرہ بہت مقبول ہیں۔ ہندوستان کے قدیم اکھاڑوں میں ورزش کے ساتھ ساتھ کشتی لڑنے کی ماہرانہ تربیت دے کر پہلوانوں کو تیار کیا جاتا ہے، اسی طرح یوگا کے ذریعہ صحت کو بحال رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ غرض انواع واقسام کے کھیل اور ورزشیں الگ الگ ملکوں کے اعتبار سے رائج اور مقبول ہیں۔

جسمانی ورزش کی ہیئت پر مشتمل ''یوگا'' موجودہ صورت حال میں ایک اہم موضوع بن کر ابھر رہا ہے۔ حکومت ہند کی طرف سے پیش قدمی کی بنا پر اس سال یعنی ۲۰۱۵ء کے ۲۱ رجون کو باضابطہ ''عالمی یوگا دیوس'' منعقد کرنے کی مکمل تیاری ہے، اور اب سے دنیا کے ایک سو نوے ممالک میں ہر سال یوگا ڈے منایا جائے گا۔ ہندوستان کے صوبوں، ضلعوں، شہروں، قصبوں، پنچایتوں، بلاکوں اور گاؤں کا ہر فرد بلا افتراق مذہب وملت ہر سال

یوگا دیوس منائے گا۔ یہ اس طور پر منایا جائے گا کہ یوگا ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، بدھسٹ، جین، پارسی اور یہود پر مشتمل ہندوستان کی ایک سو پچیس کروڑ آبادی کا عمل ہے اور اس ملک کا کلچر ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ملک کے اسکولوں میں یوگا بطور نصاب شامل ہوگا اور ہر طالب علم کو یوگا کرنا ہوگا۔ اسی بنا پر ملک کے کچھ خاص مذہبی حلقوں میں یوگا کے تئیں مختلف باتیں سامنے آرہی ہیں۔ کبھی یوگا کو مذہب سے جوڑ کر دیکھا جا رہا ہے تو کبھی صرف ایک جسمانی ورزش کی حد تک سمجھنے کی صلاح دی جاتی ہے۔

یوگا کی حقیقت:

یوگا سنسکرت لفظ ''یوج'' سے نکلا ہے، جس کے معنی شامل ہونے اور متحد ہونے کے ہیں۔ یوگا کے معنی ذہنی گہری سوچ کے ذریعہ وحدت کائنات کے پُراسرار رازوں تک پہنچنا ہے۔ (اسریٰ نعمانی یوگی تربیت یافتہ ہندوستانی نژاد مسلم صحافی) یوگا کی تقریباً 185 ورزش کی ترکیبیں ہیں۔ یوگا کرنے والے شخص کو یوگی کہا جاتا ہے۔

ہندوؤں کی مقدس کتابوں ویدوں اور بھگوت گیتا میں یوگا کی تعلیمات ملتی ہیں۔ یوگا کو ہندوؤں کے مذہبی پیشوا، رشی منی، سادھو سنت اپنے مٹھوں میں ہندو مذہبی عقیدہ کے مطابق اپنے چیلوں کے ساتھ بطور فرض کے روزانہ انجام دیتے ہیں۔ بھگوت گیتا کا چھٹا باب فلسفہ یوگا کے لیے خاص ہے، جس میں شری کرشنا نے ارجن کو یوگا کے سلسلہ میں تفصیل سے سمجھایا اور کہا کہ یوگا درد و تکلیف سے چھٹکارا دلاتا ہے اور یوگا کی مشق کرنے والا یوگی روحانیت الٰہی کی نعمت سے نفس کا اطمینان پالیتا ہے۔ ارجن نے شری کرشنا سے پوچھا ''تم نے یوگا کے متعلق بتایا، روح کے متعلق بتایا؛ لیکن انسان کی عقل ہمیشہ بے چین اور مضطرب رہتی ہے۔ عقل مضبوط، ضدی اور پُرمقصد ہوتی ہے، اس کو ہوا کی طرح خارج نہیں کیا جاسکتا ہے۔'' کرشنا نے جواب دیا یقیناً عقل مضطرب ہوتی ہے اور اس پر گرفت مشکل ہے، لیکن اس کی تربیت ابھیاسا (Abhyasa) کے ذریعہ کی جاسکتی ہے اور خواہشات اور ورگیا (Vargaya) سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔ (لائٹ آف یوگا صفحہ: ۲۰)

کچھ خاص ترکیبیں جن سے یوگا پہچانا جاتا ہے:

آسنا (جسم کی خاص ساخت اختیار کرنا) دھرنا (کسی خاص چیز پر توجہ مرکوز کرنا) دھیانا (آنکھیں بند کرکے مراقبہ کرنا) دھیانا کے لیے ضروری ہے کہ کسی ایک جگہ بیٹھ کر روزانہ متعین وقت پر کیا جائے۔ یوگا کے ماہرین بغیر دھیانا کے یوگا تسلیم نہیں کرتے)۔ پرانیاما (روح پر گرفت کرنے کی کوشش کرنا)۔ سوریہ نمسکار بہت اہم مانا جاتا ہے۔ یوگا کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مشرق کی جانب آنکھیں بند کرکے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر سورج کو پرنام و آداب بجالائے۔ بی کے ایس اینگر نے ویدوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ پرانیاما سے جسم اور عقل کی تمام ناپاک چیزیں خارج ہو جاتی ہیں اور مقدس آگ کے شعلے انھیں توانائی اور رعنائی کے ساتھ پاک کر دیتے ہیں، تب ایک شخص دھرانا اور دھیانا کے قابل ہوتا ہے۔ اس مقام تک پہنچنے کے لیے طویل مدت درکار ہوتی ہے۔ (لائٹ آف یوگا صفحہ: ۴۶۱)

یوگا میں کیے جانے والے ورد:

مشاق یوگی دوران یوگا اور اس کے ختم پر کئی اشلوک کا ورد کرتے اور گاتے ہیں۔ ان میں اہم ترین اشلوک جو سنسکرت میں ہیں ان کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے:

''میں نہ عقل ہوں نہ سوچ، میں نہ سن سکتا ہوں نہ بول سکتا ہوں، نہ سونگھ سکتا ہوں نہ دیکھ سکتا ہوں، میں روشنی اور ہوا میں اپنے آپ کو نہیں پاتا ہوں، نہ زمین پر نہ آسمان پر، میں نعمتوں کی نعمت ہوں، میرا کوئی نام نہیں، میری کوئی زندگی نہیں، میں سانس نہیں لیتا ہوں، نہ کوئی مقدس کلمات ہیں نہ عبادات، نہ علم ہے نہ معلوم، کسی شئی نے مجھے ڈھالا نہیں، میرا کوئی جسمانی خروج نہیں، میں نہ غذا ہوں نہ کھانا اور نہ کبھی میں نے کھایا ہے، میں خیالات اور مسرت ہوں اور آخر میں کرم میں مل جاؤں گا۔ میں غیر مجسم ہوں، میں احساسات میں رہتا ہوں لیکن وہ میرا مسکن نہیں۔'' (لائٹ آف یوگا صفحہ: ۳۲۔۳۳)

ان اشلوکوں میں خودی اور خودی کا انکار، تمام عبادات اور مقدس کلمات کا انکار، علم اور تعلیم کا انکار شامل ہے۔ اس میں اپنے آپ کو نعمت و کرم گردانا جاتا ہے اور آفاقی روح میں مل جانے کا اقرار کیا جاتا ہے۔ یہ تمام باتیں ایمانیات اور اسلامی تعلیمات سے ٹکراتی ہیں اور خالق و مخلوق کے فرق کو

ختم کرتی ہیں۔اس میں حلول،تجسیم اورانکارِرب جیسے کفریہ کلام شامل ہیں۔

یوگا کی تعریف، اس کے ارکان اوراس میں کیے جانے والے اعمال سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یوگا ایک خالص ہندو مذہب کا حصہ ہے اوراس کی جڑیں ہندو تعلیمات سے جڑی ہوئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندومت کی دھارمک شخصیتیں و مذہبی پیشوا اور ہندو احیا پسند تحریکات دراصل یوگا کے توسط سے ورن آشرم کو دوبارہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔نسلی طبقاتی تفریق کو پروان چڑھانا چاہتے ہیں۔ وہ ہندومت کو قومی و عالمی سطح پر ایک عظیم کامیاب نظامِ زندگی کے طور پر غالب کرنے کی کوشش میں ہیں۔

مذہب اسلام عقائد، معاملات، ماموات، معمولات اور زندگی کے ہر شعبے میں کلی یا جزوی طور پر کفر و شرک کے عناصر کا باریک بینی سے خاتمہ کرتا ہے اور کسی بھی تہذیب و تمدن کے اجزا کو کفر و شرک سے پاک صاف کرکے اپنے اندر ضم کرنے کی وسعت رکھتا ہے۔اسلام دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلا اور جہاں بھی پہنچا وہاں کے مقامی معاشرہ، تمام باطل ولغو رسم ورواج، طورطریقوں اور عادات واطوار کا خاتمہ کرکے مقامی سماج کو اپنے اندر شامل کیا۔ دورِ حاضر کی آنکھوں کو خیرہ کردینے اور قلب و ذہن کو ظاہراً متاثر کردینے والی کسی بھی قدیم و جدید تہذیب کو، جو اسلام سے متصادم ہو، اپنانے اوراس پر عمل کرنے سے منع کرتا ہے۔

قرآن کریم نے حرام کاموں کے تدارک کے لیے ابتدائی مراحل میں ہی بندش لگادی اور ڈانٹ کے ذریعہ پابندی عائد کردی۔ اہل ایمان کو کفر و شرک اور لغو و باطل سے بچانے کے لیے اللہ پاک نے مختلف انداز میں تحذیر کے ساتھ تخاطب فرمایا ہے: وَلَا تَقْرَبُوا (قریب بھی مت ہو) وَاجْتَنِبُوا (اجتناب کرو) اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا (کیا ایمان والوں کے لیے اب بھی وقت نہیں آیا۔) فَفِرُّوا اِلَى اللّٰهِ (دوڑو اللہ کی طرف۔) وَسَارِعُوا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ (دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف۔) اِنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيْماً فَاتَّبِعُوهُ (یہی میرا سیدھا راستہ ہے،لہٰذا اسی کی اتباع کرو)۔اللہ تعالیٰ نے دعوت، ترغیب، ترہیب، تنبیہ اور نداء کا ولولہ انگیز مشفقانہ انداز اپنایا لہو ولعب کی چھوٹی بڑی چیزوں اور بے فائدہ و حرام باتوں کے خاتمہ کا دوٹوک فیصلہ سنایا اور رجوع الی اللہ،توبہ واصلاح،تقویٰ ومغفرت کی طرف بلا کسی توقف کے لپکنے اور دوڑنے کی ترغیب دی۔ محسن امت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں سے منع فرمایا: تشبہ بالکفار، تشبہ بالنساء، تشبہ بالرجال۔ یعنی کوئی مومن کافر کی مشابہت اختیار نہ کرے، کوئی مرد کسی عورت کی مشابہت اختیار نہ کرے اور کوئی عورت کسی مرد کی مشابہت اختیار نہ کرے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ ایک عورت کو دیکھا جس کی چادر میں صلیب کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے، دیکھتے ہی ڈانٹا کہ یہ چادر اتار دو، حضور ﷺ ایسے کپڑوں کو دیکھتے تو پھاڑ ڈالتے۔ (مسند احمد) قرآن کریم میں اللہ پاک کی ترغیب و ترہیب، نبی کریم ﷺ کے ارشادات اور صحابہ کرام کا عمل اس بات کی طرف مشیر ہے کہ کفار کے طور طریقے، رسم و رواج، مخصوص مذہبی اسٹائل و انداز کی تقلید کرنا اور کفر سے بھری اصل نوعیت کو بغیر زائل کیے کسی کی پیروی کرنا کفار کی مشابہت اختیار کرنا ہے، جس کی اسلام میں ممانعت ہے۔

مسلم معاشرہ کے باشعور تعلیم یافتہ، دین دار اور اسلام پسند لوگوں کے درمیان آج یوگا موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ کچھ نام نہاد مسلم رہنما اسے محض ایک ورزش کا نام دے رہے ہیں۔ بعض حضرات اسے مکمل طور پر شریعت کے خلاف گردان رہے ہیں اور کچھ لوگ یوگا میں استعمال ہونے والے کفریہ و شرکیہ کلمات کو مستثنیٰ کرکے جواز کے قائل ہیں۔ بعض تعلیم یافتہ مسلمان یہ سوال کرتے ہیں کہ یوگا صحت کے لیے مفید ہے تو پھر اسلامی حلقوں سے اس کی ممانعت کے سلسلہ میں کیوں آوازیں آرہی ہیں؟ کیا اسلام اتنا تنگ نظر ہے کہ اپنے پیروکار کو جسمانی ورزش سے منع کرکے ان پر تحدیدات عائد کرتا ہے؟ اور بعض گوشوں سے تو یوگا کے متعلق فتووں پر تنقیدیں بھی جاری ہیں۔ واضح رہے کہ ملیشیا کے مفتیان کرام نے یوگا کے خلاف فتویٰ جاری کرکے وہاں مسلمانوں پر روک لگادی ہے، اور فتویٰ نافذ العمل بھی ہے، تاہم چند سیاسی لوگوں نے مخالفت کی ہے۔

یوگا کی ہیئت کذائیہ یعنی ورزش کے معمولات ڈنڈ بیٹھک کی حد تک اس کی اصل سے علیحدہ کرکے شریعت کا حکم اگر معلوم کیا جائے، تو

ظاہر سی بات ہے کہ کوئی بھی مفتی و عالم یقیناً ورزش کے زمرہ کی حد تک اسے جائز قرار دے گا۔ لیکن صرف ورزش کی حد تک فنی بنیادوں پر حاصل شدہ اجازت نامہ کی وجہ سے یوگا میں بے شمار مخفی، مشتبہ، مشکوک باتوں اور کفریہ وشرکیہ واضح دلائل کی موجودگی میں یوگا کی ممانعت کا حکم بھی ناقص اور مہمل نہیں سمجھا جائے گا۔

یوگا کی وکالت کرنے والوں کا استدلال یہ ہے کہ ہندو عقائد کی نفی اور اشلوک کے ورد کو چھوڑ کر صرف جسمانی ورزش ممنوع نہیں ہے، کیونکہ اسلام علاقائی اور بیرونی مفید کارآمد باتوں کو اپنے اندر ضم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ہوسکتا ہے لوگوں کی نیک نیتی کے پیش نظر یوگا کو جائز قرار دینے والوں نے یہ فیصلہ کیا ہو؛ لیکن یہ خیال رہے کہ کسی پیچیدہ مسئلہ کو کاٹ چھانٹ کر اس کے ٹکڑے اور ذرے ذرے کر کے ایک ہلکے عنصر کو لے کر جواز کا حکم صادر کرنا دور بینی سے الگ نجی فیصلہ قرار پائے گا۔

ٹھیک ہے کہ یوگا ورزش کی حد تک جائز ہے؛ تاہم یہ مُفضِی اِلی الکُفرِ وَ الشِّرْکِ بھی ہے۔ دھیرے دھیرے یہی عمل یوگا سے الفت پیدا کر دے گا، لوگ یوگا کے سارے ارکان سے دلچسپی لینا شروع کر دیں گے، یوگیوں کے مٹھوں اور کیندروں میں جا کر یوگا کے ذریعہ سارے کفریہ اعمال انجام دیں گے، یہاں تک کہ آنے والی نسل جب مسلمانوں میں رائج یوگا کو پائے گی تو انھیں اس وقت یوگا ایک اسلامی کلچر کی شکل میں نظر آئے گا اور اس کے قبیح و مذموم ہونے کی طرف اس کی توجہ بھی نہیں جائے گی۔ غرض مسلم معاشرہ کا ایمان کفر وشرک کی پیروی میں تبدیل ہو جائے گا لیکن انھیں اس کا احساس بھی نہ ہوگا۔ اس وقت نہ کوئی داعی، عالم اور مصلح کی بات اثر کرے گی اور نہ خود کا ضمیر ملامت کرے گا۔ قلب و ذہن پر کفر کے دبیز پردے پڑ جائیں گے۔ زہر چاہے تھوڑی مقدار میں ہی کیوں نہ لیا جاتا رہے وہ اپنا اثر ضرور دکھائے گا اور جسم میں خاموشی سے سرایت کرتے ہوئے موت کے منہ میں دھکیل دے گا۔ یہی معاملہ ایمان و کفر کا ہے۔ لاعلمی اور انجانے میں ایک مومن اگر کفر کی چند یا بعض باتوں کو قبول کرتے کرتے ردِ کفر کے جذبہ کو کھو بیٹھے اور ایمان و کفر کے فرق کو اپنی فکر و نظر سے اوجھل کر دے تو پھر ایمان پر کفر پوری طرح حاوی ہو جاتا ہے، جس کے نتیجہ میں مومن کو ہر کافرانہ دعوت و عمل جاذبِ نظر آنے لگتے ہیں۔

مغلیہ سلطنت کے زوال کے دور میں ملک میں افراتفری اور بدامنی پھیلنا شروع ہوگئی تھی۔ ہندو مسلم اہل علم و مذہبی پیشواؤں کا آپس میں رابطہ مضبوط ہو چکا تھا۔ اکبر بادشاہ نے ہندومت اور اسلام و دیگر مذاہب کو ملا کر ایک نیا مذہب ''دین الٰہی'' کے نام سے بنایا۔ درباری چمچے، شاہی امام اور پنڈتوں نے مل کر اسلامی مذہبی تعلیمات کی بنیادوں کو ڈھانے کی کوشش کی اور کئی کافرانہ رسم و رواج حکومت کی سرپرستی میں مسلمانوں کے درمیان پروان چڑھائے گئے۔ مولوی اور عامل حضرات سحر، جادو، بھوت پریت اور جنات کے اثرات کو زائل کرنے اور مصیبت زدہ کی آفتوں کو دور کرنے کے لیے ذکر و دعا اور شرعی تعویذوں سے کام لیا کرتے تھے؛ لیکن اس وقت کے بعض عاملوں کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی گئی کہ صرف پرانے طریقوں پر قرآنی آیات اور دعا و ذکر سے عوام کے باطنی امراض و مصائب کا حل فوراً نہیں ہوسکتا، بلکہ سنسکرت کے اشلوکوں، ہندوؤں کے مقدس طور طریقوں اور پوجا پاٹ کے ذریعہ اس کا حل ممکن ہے۔ اس وقت اسماعیل نامی ایک مسلم شخص اس کام کے لیے تھا۔ اس نے آچاریوں، رشیوں اور سادھوؤں سے جادو، ٹونا، بھانامتی اور ہندو عملیات کی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ وہ اسے سیکھ کر باطل شیطانی کافرانہ سفلی عملیات کا ماہر ہوگیا اور اشلوکوں کو قرآنی آیات سے ملا کر خلط ملط کر کے ایک نیا سفلی علم تیار کیا۔ اس کے عملیات کی شہرت ہونے سے وہ اسماعیل یوگی کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اس سے دوسرے مولویوں نے بھی سفلی عمل کو سیکھا اور اس طرح ملت اسلامیہ ہند میں سفلی عمل کا سلسلہ چل پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آج دینی تعلیم سے دور مسلمانوں نے دین اور بے دینی میں فرق کو بھلا دیا، دیوالی، ناگ پنچمی، اماوس کے موقعوں پر بعض جاہل مسلم خواتین کی بڑی تعداد مندروں کے قریب نظر آتی ہے۔ ہندو تیوہاروں میں مانگ پر ٹیکہ لگانا، کلائی پر بدھی باندھنا، مزاروں کے سامنے سے گزرتے ہوئے ہاتھ کے اشارہ سے چومنا، گاڑیوں میں کعبۃ اللہ، مسجد نبوی یا کسی مزار کی تصویر لٹکا کر اس پر پھول کی مالا چڑھانا بھی اسی غفلت کا نتیجہ ہے۔ یہ سادہ

لوح مسلمان اس حد تک کیسے پہنچے، اس کا محرک کیا تھا...؟ یوگا کا معاملہ بھی ٹھیک اسی طرح ہے۔ محض صحت و تندرستی کی خاطر ایک ایسا عمل اور طریقہ کار جس کی جڑیں کفر و شرک سے ملتی ہیں، صرف نیک نیتی کی بنیاد پر اسے مباح قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔

ایک مؤمن کفر کی باریکیوں کو سمجھنے میں غلطی کر کے چند فائدوں کی خاطر قلب و ذہن کو بند کر کے دھوکہ کھا جائے تو اللہ پاک نے ایسے موقع پر ایمان والوں کو وارننگ دی ہے۔ فرمایا: لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً (اگر تم کفر کرو گے جیسے انھوں نے کیا تو تم بھی ان جیسے ہو جاؤ گے۔ (سورہ النساء)

فقہ اسلامی کے چند اہم اصولوں کو سامنے رکھ کر اگر استنباط کیا جائے تو یوگا کی ممانعت اور عدم ممانعت کی باتیں سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

۱۔ مبادیات کی تحقیق:

یوگا کے مبادیات کی تحقیق کریں تو اس کی دو بنیادی باتیں راست کفر اور ہندو مذہب سے جا ملتی ہیں۔ ایک اس کا مقصد گیتا کی تعلیم ہے۔ دوسرے یوگا پر رشیوں اور آچاریوں کا مکمل کنٹرول ہے، بطور عبادت اس کی مشق کی جاتی ہے۔ اسی طرح یوگا کے اشلوکوں میں توحید، رسالت، کتاب اللہ اور یوم آخرت کا انکار ہے۔ مخلوق کا خالق میں حلول کر جانے کا عقیدہ ہے۔ کفار کے ساتھ مشابہت ہے۔ غرض اس تخریج مناط کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یوگا ہندو تہذیب کے عقائد کا اہم حصہ ہے۔

۲۔ سد باب:

شریعت ہر دو زاویوں سے مسئلہ کا تجزیہ کرتی ہے۔ (۱) اگر کسی امر کے سلسلہ میں اس کے سد باب سے کفر، شرک، برائی اور لادینیت کا خاتمہ ہو سکتا ہے تو سب سے پہلے ان ذرائع کے باب الداخلہ کو بند کیا جائے گا۔ تاکہ بندۂ مومن کسی نافرمانی اور خلاف شرع امور میں مبتلا نہ ہو جائے۔ (۲) اور اگر کسی مسئلہ میں ایسے ذرائع کے دروازے کھول دیے جائیں، جن سے توحید، حق، خیر، ثواب، نیکی و تقوی کو قوت ملے اور کفر، شرک و برائی کے پیدا ہونے کا کوئی خدشہ باقی نہ رہے اور لوگ انفرادی و اجتماعی طور پر مستفید ہو سکیں، تو ان ذرائع کے دروازے کھول دینے چاہئے۔

۳۔ اصل کے اعتبار سے جائز ہونا:

کھیل اور تندرستی کے لیے ورزش و کسرت اصل کے اعتبار سے جائز اور مباح ہے۔ جب تک کہ کوئی منکر، شر اور گناہ کی چیز اس میں شامل نہ ہو اور کوئی دلیل حرمت اس میں نہ پائی جائے۔ مباح رہے گا۔

۴۔ گناہ و جرم سے مبرا ہونا:

ایسے تمام افعال جس کے ظاہر و باطن میں کوئی ممنوع اور خلاف شرع بات نہ ہو اور اس کے کرنے سے کسی گناہ، شر اور منکر کے پیدا ہونے اور پھیلنے کا شبہ نہ ہو، فقہ میں ایسے اعمال کو گناہ سے مبرا قرار دیا جاتا ہے، جسے فقہ کی اصطلاح میں اِرْتِفَاعُ الْمَسْئُولِيَةِ الْجِنَائِيَةِ کہتے ہیں۔ عام کھیل کود، ورزشیں اور کراٹے اسی زمرے میں آتے ہیں۔

مذکورہ بالا فقہ کے ان اصولوں کی روشنی میں یوگا کے مبادیات کفر و شرک سے ملتے ہیں۔ گناہ و شر سے مبرا بھی نہیں ہے۔ یوگا کے نصوص بھگوت گیتا سے ملتے ہیں۔ یوگا کے ذرائع کے دروازے کو کھول دینے سے اعتقادی کمزوریاں اور ایمانیات پر برے اثرات پیدا ہوں گے۔ تو صرف اصل کے اعتبار سے یوگا کی ورزش والی کیفیت پر نظر رکھتے ہوئے اسے مباح اور جائز قرار نہیں دیا جا سکتا ہے؛ بلکہ سد باب ذرائع کے پیش نظر یوگا کو بالکلیہ ممنوع اور مسلمانوں کے لیے ناجائز قرار دیا جائے گا۔

جو لوگ یوگا کے عدم ممانعت کے قائل ہیں ان کے پیش نظر یہی بات ہے کہ یوگا اصلاً ورزش ہے، لہٰذا محرمات سے گریز کرتے ہوئے یوگا کو اپنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ان کے لیے ہم کہنا چاہیں گے کہ کسی حکم میں حلت، حریت اور توسیع کی توجیہات اس کے دائرے میں ہونی چاہئے، من مانی توجیہات قابل قبول نہیں ہوگی۔ اس کو دو مثالوں سے سمجھنا آسان ہوگا۔ اسلام میں نکاح کے لیے کوئی موقع اور محل کی قید نہیں ہے۔ اس اجازت سے فائدہ اٹھا کر اگر ایک شخص بت کدہ، مندر یا ہندو و عیسائی دھارمک استھانوں میں اسلامی اصولوں کی تحت پابندی کے ساتھ نکاح کرتا ہے تو اس کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ لیکن اس کی دیکھا دیکھی دوسرے مسلمان اس مکروہ طرز عمل کو اپنا لیں اور معاشرہ کا حصہ بنالیں تو کیا اب بھی یہ مباح عمل گردانا جائے گا؟ (بقیہ صفحہ ۴۳ پر)

آدم خور انسان

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (سکریٹری بورڈ)

کہا جاتا ہے کہ انسان کے خون اور گوشت میں بڑی لذت ہوتی ہے ، جس درندہ کے منھ کو انسان کا خون لگ جاتا ہے وہ آدم خوری کا ایسا گرویدہ اور خوگر ہو جاتا ہے کہ کسی طرح اس سے باز آنے کو تیار نہیں ہوتا ، اسی لئے آدم خور درندوں کو حصار بند علاقہ میں رکھا جاتا ہے ، سنا ہے کہ افریقہ کے بعض تہذیب نا آشنا اور تمدن سے محروم علاقے میں آدم خور انسان بھی پائے جاتے ہیں ، یہ اپنے ہی جیسے انسانوں کو اپنی خوراک بنا لیتے ہیں ، جہالت و ناخواندگی ، ثقافت وتمدن سے محرومی اور وحشت ان کے اس غیر انسانی مزاج کا اصل سبب ہے ۔

اگر آپ سے یہ کہا جائے کہ ہمارے اس شہر میں بھی بہت سے آدم خور انسان پائے جاتے ہیں ، تو یہ کس قدر حیرت انگیز اطلاع ہوگی اور اگر آپ کو یہ اطلاع دی جائے کہ ہر محلہ بلکہ ہر خاندان اور ہر گھر میں کچھ آدم خور لوگ موجود ہیں ، تو یہ بات یقیناً تعجب بالائے تعجب کی ہوگی ، لیکن کیا کیجیے کہ یہ ایک حقیقت اور سچائی ہے ، آج ہمارے سماج میں کم لوگ ہیں جو آدم خور نہیں ہیں ، ایک آدم خور وہ ہے جسے اپنے مظلوم کو مقتل تک پہنچانا پڑتا ہے اور کچھ نہ کچھ مزاحمت برداشت کرنی ہوتی ہے ، اور ایک قتل اور آدم خوری وہ ہے کہ ” خنجر پہ کوئی داغ نہ دامن پہ کوئی چھینٹ “ ، یہ معنوی طور پر انسان کا گوشت کھاتا ہے ، اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کو اس طرح بیان فرمایا ہے :

> اے وہ لوگو ! جو ایمان لا چکے ہو ! بہت سی گمان کی باتوں سے بچو ، کہ بعض گمان گناہ ہے ، تجسس میں نہ پڑو اور نہ تم میں سے ایک شخص دوسرے کی غیبت کرے ، کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے ، جسے تم ناپسند کرتے ہو ، اور اللہ سے ڈرو ، بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والے اور مہربان ہیں ۔ (الحجرات :۱۲)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ایک مسلمان کی غیبت کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے ، ظالم ، جور و جفا کا خوگر اور قاتل شعار انسان بھی ہو تو وہ انسان کا گوشت کھانے کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتا ، اور جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے تئیں ہمدردی کے جذبات بڑھ جاتے ہیں ، اور مردہ جسم خواہ انسان کا ہو یا کسی جانور کا ، انسانی صحت کے لئے بہت ہی مضرت رساں ہے ، گویا غیبت کرنا انتہائی جور و جفا اور بے رحمی کا فعل ہے ، حدیث میں بھی متعدد مواقع پر یہ مضمون آیا ہے ، حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ، ایک صاحب کھڑے ہو گئے ، ان کے جانے کے بعد ایک صاحب نے ان کے بارے میں شکایت شروع کر دی ، رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ خلال کر لو ، انھوں نے عرض کیا : اللہ کے رسول ! کس چیز سے خلال کروں ، کیا میں نے گوشت کھایا ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا : بیشک تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے ، (جمع الفوائد ، حدیث نمبر :۸۰۰۵) نیز حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ، ایک بدبودار نعش کی بو اٹھی ، حضور ﷺ نے دریافت فرمایا : کیا تمہیں یہ معلوم ہے یہ کیسی بو ہے ؟ یہ ان لوگوں کی بو ہے جو مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں ۔ (جمع الفوائد ، حدیث نمبر :۸۰۰۴ بحوالہ مسند احمد)

رسول اللہ ﷺ نے سود کی بطورِ خاص مذمت فرمائی ہے ، لیکن مسلمان کی عزت و آبرو سے کھیلنے کو اس سے بھی سنگین جرم قرار دیا گیا ، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کی عزت و آبرو پر ناحق دست دراز کرنا سب سے بڑا سود ہے ، (ابو داؤد ، حدیث نمبر :۴۸۷۶) غیبت کرنے والے ، لوگوں کے کردار کو مجروح کرتے ہیں ، اور سماج میں اپنے بھائیوں کی شبیہ بگاڑ کر پیش کرتے ہیں ، اس لئے آخرت میں ان کو اسی کے مناسب سزا بھی ملے

گی ، واقعۂ معراج میں رسول اللہ ﷺ کا گذر ایک ایسے گروہ پر ہوا جو اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہا تھا، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں، اور ان کی عزت وآبرو سے کھیلتے ہیں ''یأکلون لحوم الناس و یقعون في أعراضهم''۔ (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۴۸۷۸)

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جھوٹی بات ہی غیبت ہوتی ہے، حالاں کہ ایسا نہیں ہے، جھوٹی شکایت کرنا تو بہتان ہے، اگر کوئی کوتاہی فی الواقع کسی میں موجود ہو اور اس کا اس کے غائبانہ میں ذکر کیا جائے، یہی غیبت ہے، حضرت ابو ہریرہ ﷛ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ غیبت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کی نسبت سے ایسی بات کا ذکر کرنا جو اسے ناپسند ہو''ذکرک أخاک بما یکرہ'' پوچھا گیا: گو وہ بات میرے بھائی میں موجود ہو؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ بات اس میں موجود ہو تبھی تو غیبت ہے، اگر وہ بات اس میں موجود نہ ہو تب تو یہ بہتان ہے۔ (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۴۸۷۴)

غیبت زبان سے بھی ہوتی ہے، تحریر سے بھی، اشارہ و کنایہ سے بھی، خواہ نجی خطوط اور تحریروں کے ذریعہ یا اخبارات ورسائل اور کتابوں کے ذریعہ، سب غیبت میں داخل ہے، اور جس چیز کی اشاعت کا دائرہ جتنا وسیع ہو گا اس کا گناہ بھی اسی درجہ بڑھا ہوا ہوگا، آج کل بعض اوقات رسائل و جرائد کے مضامین اور اخباری بیانات میں لوگوں کی ذاتیات کو نشانہ بنایا جاتا ہے، یہاں تک کہ بعض دفعہ تو گڑی ہوئی ہڈیاں بھی اکھیڑی جاتی ہیں، اور مرحومین کو بھی نہیں بخشا جاتا، یہ سب غیبت میں داخل ہے، اسی طرح اگر اشارہ و کنایہ میں کسی کی برائی بیان کی جائے تو یہ بھی غیبت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ آپ ﷺ کے سامنے ہاتھ کے اشارہ سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پست قامت ہونے کو بتایا، آپ ﷺ نے ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے سمندر کے پانی میں ملا دیا جائے تو اس کا بھی مزا بدل جاتا۔ (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۴۸۷۵)

افسوس کہ اس بیماری میں بے دینوں کے ساتھ ساتھ دیندار اور بے علم کے ساتھ ساتھ اصحابِ علم بھی پوری طرح مبتلا ہیں، مسجدیں اللہ تعالی کی عبادت اور بندگی کے لئے ہیں، انھیں قرآن کی تلاوت اور اللہ کے ذکر سے گونجنا چاہئے، دینی کاموں کے مراکز اور دینی درسگاہیں اس لئے ہیں کہ یہاں کے در و دیوار اور ذرّہ ذرّہ میں قال اللہ اور قال الرسول رچ جائے اور یہاں رہنے والوں کو دیکھ کر لوگ رسول اللہ ﷺ کے سنتوں کا عملی پیکر اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں، خانقاہیں اور تزکیہ گاہیں اس لئے تھیں کہ سینے اللہ تعالی کی محبت سے معمور ہوں اور انسان اخلاقی رزائل سے پوری طرح پاک وصاف ہو جائے ، لیکن عملاً صورتِ حال کیا ہے؟ مسجدوں میں بیٹھ کر ایک دوسرے کی غیبت کی جاتی ہے، دینی مراکز اور مدارس میں مصنوعی تواضع اور تقویٰ کے اظہار کے ساتھ ایک دوسرے کے خلاف تبصرے کئے جاتے ہیں، خانقاہوں میں مخالفین کی برائیوں کے چرچوں سے لذت حاصل کی جاتی ہے ، جن کی مجلسیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر اور دین کی دعوت و تذکیر میں معمور ہونی چاہئے ان مجلسوں کا زیادہ حصہ سارے جہاں کے جائزہ اور مختلف لوگوں پر تبصرہ میں گزرتا ہے اور لوگ ان مجلسوں سے خشیتِ الٰہی ، تقویٰ ، خوفِ آخرت اور انسانی اخوت ومحبت کا سبق لے کر اٹھنے کے بجائے نفرت و عداوت اور بغض وعناد کی انگیٹھی لے کر ساتھ جاتے ہیں۔

افسوس کہ لوگ اپنے اس گناہ کے لئے بھی اپنے خالق و مالک ہی کو آڑ بنانے کی کوشش کرتے ہیں، اور اس کے لئے بڑے خوب صورت الفاظ وضع کر لئے گئے ہیں، جیسے ''اللہ معاف کرے فلاں صاحب ایسے ہیں''، '' دروغ برگردنِ راوی فلاں صاحب کے بارے میں میں یہ بات سننے میں آئی '' کسی کا ذکر آیا تو آہ بھر کر گویا ہوتے ہیں کہ: ''فلاں بات سے اللہ ہم کو بچائے'' یہ غیبت کا ایسا انداز ہے جس میں اپنی احتیاط کا بھرم رکھتے ہوئے دوسروں کو مجروح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

غیبت حرام ہے، گناہ کبیرہ ہے، اور اس کے ناجائز ہونے پر امت کا اجماع و اتفاق ہے، لیکن بعض خصوصی حالات میں خود ظلم سے بچنے اور دوسروں کو ظلم بچانے کے لئے غیبت کی اجازت دی گئی ہے، مظلوم کے لئے درست ہے کہ وہ ظالم کی زیادتی اور اس کے ظلم وجور کو بیان کرے، لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ ، (النساء: ۱۴۸) اگر ایک شخص نے دوسرے پر ظلم کیا یا کر رہا ہو، تو مظلوم کو ظلم سے بچانے کے

لئے غیبت کی اجازت ہے، اسی طرح اگر کسی شخص نے کسی سے لڑکی یا لڑکا کے رشتہ کے بارے میں دریافت کیا، یا کسی سے معاملہ یا کاروبار کے سلسلہ میں رائے لی تو جس سے مشورہ لیا گیا، اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ حقیقی صورتِ حال کو چھپا دے، بلکہ سچائی کو بتا دینا ایسے موقع پر واجب ہے، خود رسول اللہ ﷺ نے بعض رشتوں کے سلسہ میں منفی مشورے دیے ہیں، نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''المستشار مؤتمن ''جس شخص سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے، یعنی اس کو پوری امانت و دیانت کے ساتھ مشورہ دینا چاہئے اور اس میں کوئی رو رعایت نہیں رکھنی چاہئے، ورنہ یہ اپنے ایک مسلمان بھائی کے ساتھ دھوکہ دہی کے مترادف ہوگا۔

اسی طرح بری صحبت سے بچانے کے لئے بھی غیبت کی گنجائش ہے، کوئی شخص غلط فکر رکھنے والے مسلمان یا غیر مسلم کے ساتھ بہت زیادہ رہتا ہے، اور اندیشہ ہے کہ وہ اس کی برائیوں کا اثر قبول کرے گا تو درست ہے کہ اسے اس شخص کی غلط فکر اور غلط افعال سے واقف کرادیا جائے تاکہ وہ اپنے ایمان و عمل کی حفاظت کر سکے، اسی لئے محدثین نے ان راویوں پر تنقید کی اور تنقید میں کسی تعلق اور رشتہ کو رکاوٹ نہیں بننے دیا جو ان کے نزدیک حدیث کے نقل روایت میں معتبر نہیں تھی، عجیب بات ہے کہ یوں تو عوام و خواص غیبت کی بیماری میں مبتلا ہیں، لیکن جن مواقع پر سچائی کو بیان کر دینے کا حکم ہے انہی مواقع پر ذاتی مصلحتیں اور شخصی تعلقات زبان کا تالا بن جاتی ہیں۔

یہ ایسا اخلاقی ناسور ہے، جس نے بہت سے گھروں اور خاندانوں کو تباہ کر دیا ہے، میاں بیوی کے رشتے ٹوٹ گئے ہیں، والدین اور اولاد کے درمیان نفرت کی خلیج بن گئی ہے، رشتہ داریاں اور قرابت مندیاں فاصلوں میں بدل گئی ہیں، پڑوسی پڑوسی کا منھ دیکھنا نہیں چاہتا، دین کی نسبت دلوں کے جوڑنے میں بے تاثیر ہوگئی ہے، دینی کام کرنے والی شخصیتوں اور اداروں میں باہم ایسی رقابتیں ہیں کہ گویا ان کے سمتِ سفر ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں، اور جیسے آدم خور جانور کو انسانی گوشت کی لذت بے قرار رکھتی ہے اسی طرح یہ آدم خور انسان ہیں جنھیں انسانوں کا گوشت کھائے بغیر سیری نہیں ہوتی۔

۞۞۞

بقیہ: بہتان-ایک وبائی مرض

''ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اس تہمت کی خبر سنی تھی تو مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اپنے بارے میں یعنی مسلمان بھائی بہن کے بارے میں نیک گمان کرتے اور کہہ دیتے کہ یہ کھلا جھوٹ ہے۔'' (سورہ نور:۱۲)

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

''بانفسھم'' کے لفظ کا قرآن کریم نے یہ اشارہ کیا ہے کہ جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو بدنام و رسوا کرتا ہے، وہ درحقیقت اپنے آپ ہی کو رسوا کرتا ہے؛ کیونکہ اسلام کے رشتے نے سب کو ایک بنا دیا ہے۔ مزید وضاحت کرتے ہوئے مفتی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: ''ایک مسلمان جو دوسرے کسی بھی مسلمان پر عیب لگاتا ہے یا اس کو ایذاء و نقصان پہنچاتا ہے، حقیقت کے اعتبار سے خود اپنے کو عیب دار کرتا ہے اور خود نقصان و تکلیف اٹھاتا ہے؛ کیونکہ اسکا انجام پوری قوم کے لئے رسوائی اور بدنامی ہوتی ہے۔

''قرآن کی اس تعلیم کا اثر تھا کہ جب مسلمان ابھرے تو پوری قوم کے ساتھ ابھرے اور اس کے چھوڑنے کا نتیجہ آج آنکھوں سے دیکھا جا رہا ہے کہ سب گرے اور ہر فرد گرا'' ''کسی مسلمان کے بارے میں جب تک کسی گناہ یا عیب کا علم کسی دلیل شرعی سے نہ ہو جائے، اس وقت تک اس کے ساتھ نیک گمان رکھنا اور بلا کسی دلیل کے عیب و گناہ کی بات اس کی طرف منسوب کرنے کو جھوٹ قرار دینا عین تقاضائے ایمان ہے۔'' (معارف القرآن: ج ۲)

اسی آیت کی تفسیر میں مولانا پانی پتیؒ تفسیر مظہری میں تحریر فرماتے ہیں: ''اس سے ثابت ہوا کہ ہر مسلمان مرد و عورت کے ساتھ اچھا گمان رکھنا واجب ہے، جب تک کسی دلیل شرعی سے اس کے خلاف ثابت نہ ہو جائے۔ اور جو شخص بلا دلیل شرعی کے اس پر الزام لگاتا ہے اس کی بات کو رد کرنا اور جھوٹ قرار دینا واجب ہے؛ کیونکہ وہ محض ایک غیبت ہے اور مسلمان کو بلا وجہ رسوا کرنا ہے''۔

بہتان، جھوٹ اور ایذا رسانی دونوں کا مجموعہ ہے۔ جھوٹ بولنا اور کسی مسلمان کو بلا سبب ایذاء پہنچانا الگ الگ سخت گناہ کا کام اور حرام ہے تو جب دونوں جمع ہو جائیں تو ان کی قباحت اور سنگینی کا اندازہ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس وبائی مرض سے نجات دے۔ آمین ثم آمین ۞۞

گھر کا سربراہ کون؟ مرد یا عورت

مولانا محمد قمر الزماں ندوی (استاد مدرسہ نورالاسلام، کنڈہ، پرتاپ گڑھ)

اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ ہر اجتماعی نظام کے لئے عقلاً اور عرفاً یہ ضروری ہے کہ اس کا کوئی سربراہ حاکم یا امیر ہو کہ اختلاف و نزاع اور باہمی کشمکش کے وقت اس کے فیصلے سے کام چل سکے، جس طرح ملک و سلطنت اور ریاست و حکومت سب کے نزدیک مسلم ہے، اسی طرح قبائلی نظام میں بھی اس کی ضرورت و افادیت ہمیشہ محسوس کی گئی اور کسی ایک شخص کو قبیلہ کا روح رواں اور میر کارواں (حاکم و سردار) مانا گیا ہے، اسی طرح عائلی نظام میں جس کو عرف میں خانہ داری کہا جاتا ہے اس میں بھی ایک امیر اور سربراہ کی ضرورت ہے، عورتوں اور بچوں کے مقابلے میں اس کام کے لئے حق سبحانہ وتعالیٰ نے مردوں کو منتخب فرمایا ہے کہ ان کی علمی اور عملی قوتیں اور صلاحیت بہ نسبت عورتوں اور بچوں کے زیادہ ہیں اور یہ ایسا معاملہ ہے کہ کوئی حقیقت پسند اس کا انکار نہیں کرسکتا۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ایک موقع پر بطور خاص مرد اور عورت کے درجہ کی تعیین کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

’’مرد عورت کے نگراں اور حاکم ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک صنف (قوی) کو دوسری صنف (ضعیف) پر بڑائی دی ہے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔‘‘ (النساء:۳۴)

اس آیت مبارکہ میں مرد کو عورت پر قوام بنایا گیا ہے۔ عربی زبان میں قوام اسے کہتے ہیں جو کسی کی حمایت، حفاظت اور کفالت کا ذمہ دار بن کر کھڑا ہو، اور جو شخص ان امور کی ذمہ داری لے گا، تسلط اور حکومت اس کے لیے ضروری اور لازم ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی لفظ ’’قوام‘‘ کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’عربی میں ’’قام‘‘ کے بعد ’’علی‘‘ آتا ہے تو اس کے اندر نگرانی، محافظت، کفالت اور تولیت کا مضمون پیدا ہو جاتا ہے ’’**قوامون علی النساء**‘‘ میں بالاتری کا مفہوم بھی ہے اور کفالت و تولیت کا بھی اور یہ دونوں باتیں کچھ لازم و ملزوم سی ہیں۔ گھر کی چھوٹی سی وحدت بھی جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا، ایک چھوٹی سی ریاست ہے، جس طرح ہر ریاست اپنے قیام و بقا کیلئے ایک سربراہ کی محتاج ہوتی ہے، اسی طرح یہ ریاست بھی ایک سربراہ کی محتاج ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس ریاست میں سربراہی کا مقام مرد کو حاصل ہو یا عورت کو؟

قرآن نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ مقام مرد کو حاصل ہے اور اس کے حق میں دو دلیلیں دی ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت بخشی ہے، مرد کو بعض صفات میں عورت پر نمایاں تفوق حاصل ہے جن کی بنا پر وہی سزاوار ہے کہ قوامیت کی ذمہ داری اسی پر ڈالی جائے، مثلاً محافظت و مدافعت کی جو قوت و صلاحیت یا کمانے اور ہاتھ پاؤں مارنے کی جو استعداد و ہمت اس کے اندر ہے وہ عورت کے اندر نہیں ہے، یہ امر ملحوظ رہے کہ یہاں زیر بحث کلی فضیلت نہیں ہے بلکہ وہ فضیلت ہے جو مرد کی قوامیت کے استحقاق کو ثابت کرتی ہے۔ بعض دوسرے پہلو عورت کی فضیلت کے بھی ہیں لیکن ان کو قوامیت سے تعلق نہیں ہے، مثلاً عورت گھر سنبھالنے اور بچوں کی پرورش و نگہداشت کی جو صلاحت رکھتی ہے، وہ مرد نہیں رکھتا۔ اسی وجہ سے قرآن نے یہاں بات ابہام کے انداز میں فرمائی ہے جس سے مرد اور عورت دونوں کا کسی نہ کسی پہلو سے صاحب فضیلت ہونا نکلتا ہے۔ لیکن قوامیت کے پہلو سے مرد ہی کی فضیلت کا پہلو راجح ہے۔ دوسری یہ کہ مرد نے عورت پر اپنا مال خرچ کیا۔

بعض بیوی بچوں کی معاشی اور کفالتی ذمہ داری تمام اپنے سر اٹھائی ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر ذمہ داری مرد نے اتفاقیہ یا تبرعاً نہیں اٹھائی ہے۔ بلکہ اس وجہ سے اٹھائی ہے کہ یہ ذمہ داری اسی کے اٹھانے کی ہے۔ وہی اس کی صلاحت رکھتا ہے اور وہی اس کے حق ادا کر سکتا ہے''۔

مذکورہ آیت کے ضمن میں صاحب تفہیم القرآن رقم طراز ہیں ''قوام یا قیم اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا ادارے یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلانے اور اس کی حفاظت و نگہبانی کرنے اور اس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔ یہاں فضیلت بمعنی شرف اور کرامت اور عزت نہیں ہے، جیسا کہ ایک عام اردو خواں آدمی اس لفظ کا مطلب لے گا، بلکہ یہاں یہ لفظ اس معنی میں ہے کہ ان میں سے ایک صنف (یعنی مرد) کو اللہ نے طبعاً بعض ایسی خصوصیات اور قوتیں عطا کی ہیں جو دوسری صنف (یعنی عورت) کو نہیں دیں یا اس سے کم دی ہیں۔ اس بنا پر خاندانی نظام میں مرد ہی قوام ہونے کی اہلیت رکھتا ہے اور عورت فطرتاً ایسی بنائی گئی ہیں کہ اسے خاندانی زندگی میں مرد کی حفاظت و خبر گیری کے تحت رہنا چاہئے''۔

مولانا مفتی محمد شفیعؒ اس آیت کے مالہ و ماعلیہ کے تحت تحریر فرماتے ہیں: ''خلاصہ یہ ہے کہ سورۂ بقرہ کی آیت میں **وللرجال....** (2:288) فرما کر اور سورہ نساء کی آیت متذکرہ میں ''**الرجال قوامون....**'' فرما کر یہ بتلا دیا گیا کہ اگر چہ عورتوں کے حقوق مردوں پر ایسے ہی لازم و واجب ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر ہیں اور دونوں کے حقوق باہم مماثل ہیں، لیکن ایک چیز میں مردوں کو امتیاز حاصل ہے کہ وہ حاکم ہیں۔ اور قرآن کریم کی دوسری آیات میں بھی یہ واضح کر دیا گیا کہ یہ حکومت جو مردوں کی عورتوں پر ہے محض آمریت اور استبداد کی حکومت نہیں، بلکہ حاکم یعنی مرد بھی قانون شرع اور مشورہ کا پابند ہے۔ محض اپنی طبیعت کے تقاضہ سے کوئی کام نہیں کر سکتا، اس کو حکم دیا گیا کہ **عاشروھن بالمعروف** (5:19) یعنی عورتوں کے ساتھ معروف طریقہ پر اچھا سلوک کرو۔ اسی طرح دوسری آیت میں **عن تراض منھا و تشاوُر** (2:233) کی تعلیم ہے، جس میں اس کی ہدایت کی گئی ہے کہ امور خانہ داری میں بیوی کے مشورہ سے کام کریں، اس تفصیل کے بعد مرد کی حاکمیت عورت کے لئے کسی رنج کا سبب نہیں ہو سکتی، چونکہ یہ احتمال تھا کہ مردوں کی اس فضیلت اور اپنی محکومیت سے عورتوں پر کوئی ناخوش گوار اثر ہو، اس لیے حق تعالیٰ نے اس جگہ صرف حکم بتلانے اور جاری کرنے پر اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ خود ہی اس کی حکمت اور وجہ بھی بتلا دی، ایک وہبی جس میں کسی کے عمل کا دخل نہیں، دوسرے کسبی جو عمل کا اثر ہے۔ پہلی وجہ یہ ارشاد فرمائی، مفہوم: یعنی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں خاص حکمت و مصلحت کے تحت ایک کو دوسرے پر بڑائی دی ہے، کسی کو افضل کسی کو مفضول بنایا ہے، جیسے ایک خاص گھر کو اللہ تعالیٰ نے اپنا بیت اللہ اور قبلہ قرار دیدیا، بیت المقدس کو خاص فضیلت دیدی، اسی طرح مردوں کی حاکمیت بھی ایک خدا داد فضیلت ہے، جس میں مردوں کی سعی و عمل یا عورتوں کی کوتاہی و بے عملی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ دوسری وجہ کسبی اور اختیاری ہے کہ مرد اپنا مال عورتوں پر خرچ کرتے ہیں، مہر ادا کرتے ہیں، اور ان کی تمام ضروریات کی ذمہ داری اٹھاتے ہیں۔ ان دو وجہ سے مردوں کو عورتوں پر حاکم بنایا گیا''۔

آگے ایک خاص نکتہ اور حکمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں: ''پہلی وجہ کے بیان میں مختصر طریقہ یہ تھا کہ رجال اور نساء کی طرف ضمیریں عائد کر کے ''**فضلھم علیھن**'' فرما دیا جاتا، مگر قرآن کریم نے عنوان بدل کر ''**بعضھم علی بعض**'' کے الفاظ اختیار کئے، اس میں یہ حکمت ہے کہ عورتوں اور مردوں کو ایک دوسرے کا بعض اور جز قرار دے کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ اگر کسی چیز میں مردوں کی فوقیت اور افضلیت ثابت بھی ہو جائے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے انسان کا سر اس کے ہاتھ سے افضل یا انسان کا دل اس کے معدہ سے افضل ہے، تو جس طرح سر کا ہاتھ سے افضل ہونا ہاتھ کے مقام اور اہمیت کو کم نہیں کرتا، اسی طرح مرد کا حاکم ہونا عورت کے درجہ کو نہیں گھٹاتا، کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے مثل اعضاء و اجزاء کے ہیں، مرد سر ہے تو عورت بدن۔ اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس عنوان سے اس طرف بھی اشارہ کر دیا گیا ہے

کہ یہ افضلیت جو مردوں کو عورتوں پر حاصل ہے یہ جنس اور مجموعہ کے اعتبار سے ہے، جہاں تک افراد کا تعلق ہے تو بہت ممکن ہے کہ کوئی عورت کمالات علمی و عملی میں کسی مرد سے بڑھ جائے اور صفت حاکمیت میں بھی مرد سے فائق ہو جائے۔

دوسری وجہ اختیاری جو بیان کی گئی ہے کہ مرد اپنے مال عورتوں پر خرچ کرتے ہیں، اس میں بھی چند اہم امور کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے، مثلاً ایک تو اس شبہ کا ازالہ ہے جو آیات میراث میں مردوں کا حصہ دوہرا اور عورتوں کا اکہرا ہونے سے پیدا ہوگیا ہے، کیونکہ اس آیت نے اس کی بھی ایک وجہ بتلا دی کہ مالی ذمہ داریاں تمام تر مردوں پر ہیں۔ عورتوں کا حال تو یہ ہے کہ شادی سے پہلے ان کے تمام مصارف کی ذمہ داری باپ پر ہے اور شادی کے بعد شوہر پر، اس لئے اگر غور کیا جائے تو مرد کو دوہرا حصہ دینا اس کو کچھ زیادہ دینا نہیں ہے، وہ پھر لوٹ کر عورتوں ہی کو پہنچ جاتا ہے۔ دوسرا اشارہ ایک اہم اصول زندگی کے متعلق یہ بھی ہے کہ عورت اپنی خلقت اور فطرت کے اعتبار سے نہ اس کی متحمل ہے کہ اپنے مصارف خود کما کر پیدا کرے، نہ اسکے حالات اس کے لئے سازگار ہیں کہ وہ محنت، مزدوری اور دوسرے ذرائع کسب میں مردوں کی طرح دفتروں اور بازاروں میں پھرا کرے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے اس کی پوری ذمہ داری مردوں پر ڈال دی، شادی سے پہلے باپ اس کا متکفل ہے اور شادی کے بعد شوہر۔ اس کے بالمقابل نسل بڑھانے کا ذریعہ عورت کو بنایا گیا ہے، بچوں کی اور امور خانہ داری کی ذمہ داری بھی اسی پر ڈال دی گئی ہے، جبکہ مرد ان امور کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ عورت کو اپنے نفقات میں مرد کا محتاج کر کے اس کا رتبہ کم کردیا گیا ہے، بلکہ تقسیم کار کے اصول پر ڈیوٹیاں تقسیم کردی گئیں ہیں، ہاں ڈیوٹیوں کے درمیان جو باہم تفاضل ہوا کرتا ہے وہ یہاں بھی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان دونوں وجہوں کے ذریعہ یہ بتلا دیا گیا کہ مردوں کی حاکمیت سے نہ عورتوں کا کوئی درجہ کم ہوتا ہے اور نہ ان کی اس میں کوئی منفعت ہے، بلکہ اس کا فائدہ بھی عورتوں ہی کی طرف عائد ہوتا ہے''۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اس لفظ کی تشریح فرماتے ہوئے لکھا ہے: مرد عورت کا سردار ہے، بڑا ہے، اس پر حاکم ہے اور غلط روی کی صورت میں اس کو ادب سکھانے والا ہے۔ الغرض شریعت اسلامی میں مرد کو عورت کے مقابلے میں یہ جو مقام ملا ہے اس کی اللہ تعالیٰ نے دو وجہیں بیان فرمائیں ایک وہبی، خداداد اور دوسری کسبی، اختیاری۔ وہبی اور فطری یہ کہ ''اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر بڑائی دی'' بعض مرد کو جسمانی و عقلی قوتیں عورت سے زائد اور بہتر عطا فرمائیں جس کے نتیجہ میں مرد علمی و عملی کمالات میں عورت سے فائق ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ علمی و عملی کمالات ہی پر ترقی درجات کا انحصار ہے۔ ماضی قریب کے مشہور عالم دین اور مفسر قرآن علامہ رشید رضاؒ لکھتے ہیں: ''مرد کے اعضاء عورت کے مقابلہ میں زیادہ مضبوط ہیں۔ مرد کے جسم کا تناسب عورت کے مقابلہ میں زیادہ حسین ہے، اور یہ بات تمام حیوانات میں پائی جاتی ہے۔ مرغا، مرغی سے، بھیڑ، بھیڑی، اور شیر شیرنی سے زیادہ حسین ہوتا ہے، نیز مرد کا مزاج عورت کے مزاج سے زیادہ کامل و معتدل ہے، اعضاء کی قوت اور مزاج کے اعتدال پر عقلی و فکری قوتوں کا کمال منحصر ہے۔ اطباء کا مشہور قول ہے کہ وہ صحیح جسم میں صحیح عقل ہوتی ہے، جسمانی اور عقلی قوتوں کے اس کمال کا قدرتی ثمرہ یہ ہے کہ مرد زندگی کی جدوجہد میں حصہ لینے کے لئے عورت سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہے اور کسب وایجاد اور انتظام و تدبیر کے امور میں بہتر طور پر قادر ہے''۔

کسبی و اختیاری یہ کہ مرد حکم خداوندی کی تعمیل میں عورتوں کو مہر، خوراک، پوشاک وغیرہ مہیا کرتے ہیں اور ان کی تمام خانگی و معاشی ضروریات کے کفیل ہیں۔ اگر مرد ایسا نہ کرتے تب بھی وہ فطرت کے تقاضوں کے مطابق عورتوں کے نگراں اور ان کے حاکم ہی رہتے۔

بہر حال ان وہبی و کسبی وجوہ فضیلت کی بنا پر، اسلام نے مردوں کو عورتوں کی ذمہ داری، نگرانی اور سرداری کے مقام پر فائز فرمایا: مولانا زین العابدین سجاد میرٹھیؒ مرد اور عورت کے باہم تقسیم کار کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''گھر کے مختصر سے معاشرہ میں بھی مرد کو ریاست کا درجہ عطا فرمایا، کسب معاش

کا بوجھ اس کے کاندھوں پر ڈالا اور خاندان کی صلاح وفلاح اور ان کی حفاظت وحمایت کی ذمہ داری اس کے سپرد کی اور ملک وملت کی وسیع سوسائٹی میں بھی دشمنوں سے حفاظت، تدبیر امور مملکت اور عمومی نظم ونسق کی گراں بار ذمہ داریاں مردوں کے سپرد کیں چنانچہ جس طرح امامت کبریٰ (نبوت) اور امامت صغریٰ (نماز کی امامت) مردوں سے متعلق رہی ہیں اسی طرح خلافت امارت اور قضا کے فرائض بھی مردوں ہی کے سپرد کئے گئے ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: اور انہیں وجوہ سے نبوت مردوں کے ساتھ مخصوص رہی ہے اور اسی طرح خلافت وامارت، کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ قوم ہرگز فلاح نہ پائے گی جس نے اپنے امور مملکت عورتوں کے سپرد کردیئے (بخاری) اور اسی طرح قضاوغیرہ کے مناصب بھی مردوں سے متعلق رہے ہیں۔ (ابن کثیر) البتہ ملک وملت کے وہ مسائل جو عورتوں ہی سے متعلق ہیں ان میں عورتوں کی مدد کی جاسکتی ہے اور ضرورت پڑنے پر وقتی طور پر دوسری ذمہ داریاں بھی عورتوں کی صنفی خصوصیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے عورتوں کے سپرد کی جاسکتی ہیں۔ اس فرق مراتب اور تقسیم فرائض سے عورتوں کی عزت و حرمت میں کسی قسم کی کمی نہیں آتی۔

سورہ نساء کی مذکورہ آیت سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ عورت کی سربراہی از روئے شریعت درست نہیں ہے۔ اور عورت کی سربراہی کے خلاف قرآن کریم کی یہ نص، نص قطعی کے درجہ میں ہے، جس کی تائید صحیح بخاری کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ''وہ قوم ہرگز فلاح یاب نہیں ہوگی جس نے اپنے امور ایک عورت کے سپرد کردیئے''۔

بعض حضرات حضرت عائشہؓ کی جنگ جمل میں شرکت اور ایک گروپ کی قیادت سے خواتین کے لئے سیاسی اور عسکری قیادت کا جواز ثابت کرتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کی جنگ جمل میں شرکت قائد فوج کی حیثیت سے نہیں تھی اور نہ سپاہی کی حیثیت سے وہ شریک ہوئی تھیں۔ حضرت عائشہؓ کا مقصد محض قتل عثمان کے قصاص کا مطالبہ تھا، اس کے علاوہ اکثر صحابہؓ اور دوسری ازواج مطہرات کو حضرت عائشہؓ کے اس اقدام سے اتفاق نہیں تھا، اور خود ام المومنین حضرت عائشہؓ کو بھی اپنی اس اجتہادی غلطی کا احساس ہوگیا تھا اور اس مہم میں شرکت پر آپ کو پچھتاوا تھا، اس لئے حضرت عائشہؓ کے اس عمل سے عورت کے لئے حکومت وسیاست کا جواز فراہم کرنا محض حقیقت کو منہ چڑانا ہے، جب مذہب اسلام نے عائلی نظام کے لئے مرد کو سربراہ کی حیثیت سے منتخب کیا تو یہ کیوں کر ممکن ہے کہ یہ مذہب خواتین کو گھر سے بے گھر کرکے حکومت ومملکت کا بارگراں صنف نازک کے کندھے پر ڈالدے اور **وضع الشی علی غیر محلہ** کا مصداق قرار پائے۔

مضمون کو ختم کرنے سے پہلے ایک اور نکتہ کی طرف اشارہ کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ خدائے وحدہٗ لاشریک نے انسانوں کے درمیان صلاحیتوں کو تقسیم کردیا ہے تاکہ دنیا کا نظام مستحکم ومنظم انداز میں چلتا رہے اور اسی تقسیم کی طرف قرآن حکیم میں یوں اشارہ کیا گیا ہے، مفہوم: اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے کسی کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ دیا ہے اس کی تمنا نہ کرو، جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے، ہاں اللہ سے اس کے فضل کی دعا مانگتے رہو یقیناً اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے''۔ (سورہ نساء:32)

مولانا امین احسن اصلاحیؒ اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں: ''قرآن نے اس آیت میں یہی بتایا ہے کہ مقابلہ کا میدان پیدائشی صفات یا فطری ترجیحات کا نہیں بلکہ اکتسابی صفات کا میدان ہے، یہ میدان نیکی، تقویٰ، عبادت، ریاضت، توبہ اور جامع الفاظ میں ایمان عمل صالح کا میدان ہے، اس میں بڑھنے کے لئے کسی پر روک نہیں، مرد بڑھے وہ اپنی جدوجہد کا ثمرہ پائے گا، عورت بڑھے گی وہ اپنی سعی کا پھل پائے گی، آزاد، غلام، باندی، شریف، کمینہ، بینا، نابینا سب کے لئے میدان یکساں کھلا ہوا ہے، خدا نے طبعی طور پر فضیلتیں بانٹی ہیں، ان سے ہزار درجے زیادہ اس کا فضل یہاں ہے، جو فضیلت کے طالب ہیں وہ اس میدان میں اتریں اور خدا کے فضل کے طالب بنیں۔

۞۞۞

خواتین کی تعلیم و تربیت

مفتی محمد تبریز عالم قاسمی (استاذ دارالعلوم حیدرآباد)

انسان جب زیورِ تعلیم سے آراستہ ہوتا ہے تو واقعی وہ انسان ہوتا ہے، ہر زمانے میں تعلیم یافتہ حضرات کی قدر و قیمت رہی ہے؛ تعلیم کے بغیر ترقی و عروج کی خواہش، بے بنیاد خواہش ہے، انسان کی نافعیت کے لیے، دینی تعلیم، اسلامی تربیت، ایمانی شائستگی اور انسانی عادات و آداب کی اتنی ہی ضرورت ہے، جتنی ضرورت مچھلی کے لیے پانی کی ہے، تعلیم وہ نسخۂ کیمیا ہے، جس سے مُردوں کی مسیحائی عمل میں آسکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ احادیث میں دینی تعلیم کے حصول کی افادیت و اہمیت کی بہت تاکید کی گئی ہے۔

خداوند قدوس نے دنیا کو آباد رکھنے کے لیے حضرت آدمؑ کے ساتھ حضرت حواء کو بھی پیدا فرمایا اور پھر ان دونوں سے نسل انسانی کا سلسلہ شروع ہوا اور ایک تناسب سے مرد و خواتین کی تخلیق ہوتی رہی، مکلّف بن جانے کے بعد دونوں کی ذمہ داریاں الگ الگ طے کر دی گئیں، مردوں کو بطورِ خاص خارجی معاملات کا نگراں بنایا گیا؛ جب کہ عورتوں کو اندرونِ خانہ معاملات کا ذمہ دار بنایا گیا اور اسے تاکید کی گئی کہ اس کی عزت و آبرو اور اخروی فلاح و بہبود، چراغِ خانہ بنے رہنے میں مضمر ہے اور اس کا شمعِ محفل بننا اسلام کو پسند نہیں؛ اسی لیے خالقِ کائنات نے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات ان سب کا مکلّف جیسے مردوں کا بنایا ہے، ویسے ہی عورتوں کو بھی اس کا مخاطب بنایا ہے، اسی لیے علم کا حصول دونوں ہی صنفوں پر فرض قرار دیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ علم کے جو ذرائع ہیں یعنی انسان کی ظاہری حواس، عقل و فہم اور دوسرے انسانوں سے استفادہ کی صلاحیت، مردوں میں بھی پائی جاتی ہیں اور عورتوں میں بھی۔

جہاں اس امر کا انکار اسلامی نقطۂ نظر سے ناممکنات میں سے ہے کہ مردوں کے لیے اتنا علم اور اتنی دینی تعلیمات بے حد ضروری ہے، جن سے وہ دین پر صحیح طور سے عمل پیرا ہوسکیں اور شریعت کے مطالبات کو روبہ عمل لاکر نگاہِ شریعت میں معتبر بن سکیں، وہیں یہ بھی حقیقت ہے کہ عورتوں کے لیے دینی تعلیم و تربیت سے آگاہ ہونا اور دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ ہونا، آئندہ کی دائمی حیات کے لیے ناگزیر ہے، اور اسی دینی تعلیم و تربیت کو روبہ عمل لاکر کے ایک عام قومی بیداری اور اجتماعی شعور کو ترقی دینے کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکتا ہے اور چوں کہ عورت کے کئی رنگ ہیں، کبھی وہ رحمت کی شکل میں بیٹی کا روپ لیے ہوتی ہے، تو کبھی پیاری بہن، کبھی کسی کی شریک حیات ہوتی ہے، تو کبھی ماں کی شکل میں شجر سایہ دار؛ اس لیے اس کی ذمہ داری کچھ زیادہ ہی بڑھ جاتی ہے اور اس کے لیے زیورِ تعلیم کی قیمت، سونے چاندی سے بھی بڑھ جاتی ہے؛ چوں کہ اسلام سے قبل عورتوں کی تعلیم کی طرف توجہ نہیں دی جاتی تھی؛ اس لیے آپ نے لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ دلائی، آپ کا ارشاد ہے: جو شخص اپنی بیٹی کی خوب اچھی طرح تعلیم و تربیت کرے اور اس پر دل کھول کر خرچ کرے تو (بیٹی) اس کے لیے جہنم سے نجات کا ذریعہ ہوگی۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۱۰۴۴۷)، امام بخاریؒ نے تعلیم نسواں کے سلسلے میں ایک پورا باب ہی قائم کیا ہے باب عظة الإمام، النساء و تعليمهن، حضور علیہ الصلاۃ والسلام جیسے صحابۂ کرامؓ کو پند و نصیحت کیا کرتے تھے ویسے ہی صحابیات کے درمیان بھی تبلیغ دین فرمایا کرتے تھے۔

ایک بیٹی، رحمت اسی وقت بن سکتی ہے، جب کہ اس کا قلب اسلامی تعلیمات کی روشنی سے منور ہو، وہ فاطمی کردار و گفتار کا پیکر ہو، ایک عورت، مرد کے لیے شریک حیات کی شکل میں، روحِ حیات اور تسکینِ خاطر کا سبب اسی وقت بن سکتی ہے، جب کہ اس کا دل سیرتِ خدیجہؓ سے سرشار ہو، وہ ایک مشفق اور ہر درد کا درماں، مصائب کی گرم ہواؤں میں، نسیم صبح کی صورت میں ''ماں'' اسی وقت ثابت ہوسکتی ہے؛ جب کہ اس کی گود بچے کے لیے پہلا اسلامی مکتب ثابت ہو، وہ بھائیوں کی محبتوں کا مرکز و ملجا اسی وقت ہوسکتی ہے، جب کہ اس کے جذبات و احساسات، ویسے ہو جائیں، جیسے حضرت عائشہؓ کے جذبات، اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰنؓ کی وفات کے بعد امت کے سامنے آئے۔

اسلامی زندگی کے سفر میں نام نہاد مغربی تعلیم و تہذیب کے دھوکہ دینے والے چراغ کافی نہیں ہیں؛ بلکہ اس سفر کی منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے اسلامی تعلیمات کے روشن ستاروں سے نسبت رکھنا بے حد ضروری ہے، مغربی تہذیب کے چراغ کسی بھی وقت بجھ سکتے ہیں؛ لیکن اسلامی تعلیمات کے ستاروں کی ضیا پاشی اور تابندگی کی بقاءِ حیات ایک زندہ جاوید حقیقت ہے۔

عصرِ حاضر اور ہماری کوتاہیاں:

لیکن آج تعلیم گاہوں اور دینی تعلیمات کے متعدد ذرائع کے موجود ہونے کے باوجود، دینی تعلیم سے بے رغبتی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے، جس مذہب نے دینی تعلیم کو تمام مردوں عورتوں کے لیے فرض قرار دیا ہو اور جس مذہب میں علم و حکمت سے پُر قرآن جیسی عظیم کتاب ہو اور جس مذہب کی شروعات ہی ''اقرأ'' یعنی تعلیم سے ہوتی ہو، اسی مذہب کے ماننے والے دینی تعلیم کے میدان میں سب سے پیچھے ہیں اور اگر بات عورتوں کی مذہبی تعلیم کی، کی جائے (نہ کہ محض عصری و مغربی تعلیم کی) تو معاملہ حد سے تجاوز ہوتا ہوا نظر آتا ہے، کہتے ہیں کہ ماں کی گود بچوں کے لیے پہلا مکتب ہوتا ہے، اب اگر ماں ہی دینی تعلیم سے بیزار ہو تو اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ بچے پر کیا اثرات پڑیں گے، آج خواتین کو قرآن و حدیث کے مطالعہ کی فرصت نہیں؛ نتیجتاً وہ اپنے بچوں کے لیے بھی اس حوالے سے متفکر نہیں ہوتیں، عورتوں کا بہت بڑا طبقہ ایسا ملے گا، جسے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی موٹی موٹی باتیں معلوم نہیں، طہارت و عبادت بالخصوص نماز کی بجا آوری تو دور کی بات، ان کے مسائل سے تشویش ناک حد تک ناواقفیت ہے، حقوقِ والدین، حقوق زوج اور دیگر چھوٹے بڑے افرادِ خانہ کے حقوق سے غفلت روز افزوں ہے، نوبت بایں جا رسید کہ ٹھوس اسلامی تعلیمات سے دوری نے مسلم خواتین کو یہ منفی سبق پڑھایا کہ پردہ، آزادیِ نسواں کے لیے سدّ راہ ہے اور نام نہاد ترقی کا دشمن ہے اور اس کا چراغ خانہ ہونا قدامت پسندی ہے، اسے جدیدیت کا لبادہ اوڑھ کر شمع محفل بن جانا چاہیے، مضبوط دینی تعلیمات سے لاعلمی نے ساس بہو کے جھگڑے پیدا کر دیے، دینی تعلیمات سے اجتناب نے طلاق کی شرح میں اضافہ کر دیا، دینی تعلیمات سے بے گانگی نے بڑے بوڑھوں کی خدمت کو کارِ ثواب کے بجائے کارِ زحمت بنا دیا، بقدرِ ضرورت دینی تعلیمات سے بُعد اور مغربی تعلیمات سے قرب نے مسلمان خواتین کو امورِ خانہ داری انجام دینے کے بجائے، آفس، ہوٹلوں اور ہسپتالوں میں (Reception) رسپشن کی زینت بنا دیا، دینی تعلیمات سے صرفِ نظری نے پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کے بدلے لڑائی جھگڑے کے طور طریقے سکھلا دیے۔ الغرض اسلامی زندگی کے جس موڑ پر آپ اسلامی روح کو تڑپتے ہوئے دیکھیں گے، اس کا نتیجہ دینی تعلیمات کا زندگی میں، نہ ہونا پائیں گے، علامہ اقبالؒ نے کہا تھا ''وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ'' اس سے کیسا وجود مراد ہے، کیا اسلامی اور دینی تعلیمات کی روح سے یکسر خالی مغربی وجودِ زن؟ آج ہر طرف عصری اور مغربی علوم کا غلغلہ ہے، اسلام اس کی راہ میں حائل نہیں ہوتا؛ ہاں! مگر اتنی بات ضرور ہے کہ دینی تعلیم کو فراموش کر کے، عصری تعلیم میں بالکلیہ لگ جانا، اسلام کو پسند نہیں، اسلام

اسے قابل اصلاح سمجھتا ہے۔

آج دینی تعلیم کی ضرورت جتنی مردوں کو ہے، اس سے کہیں زیادہ عورتوں کو ہے، عورت کا قلب اگر دینی تعلیمات سے منور ہو، تو اس چراغ سے کئی چراغ روشن ہو سکتے ہیں، وہ دیندار بیوی ثابت ہوسکتی ہے، وہ ہر دل عزیز بہو بن سکتی ہے اور نیک اور شفیق ساس ہوسکتی ہے، وہ اپنے بچوں کی معلم اوّل ہوسکتی ہے، وہ خاندانی نظام کو مربوط رکھ سکتی ہے، معاشی تنگی کو خوش حالی سے بدل کر معاشی نظام مضبوط کرسکتی ہے، وہ شوہر کے مرجھائے اور افسردہ چہرے پر گل افشانی کرسکتی ہے، میخانے کو مسجد اور بت خانے کو عبادت خانہ بناسکتی ہے، اولاد کو جذبۂ جہاد سے سرشار کرسکتی ہے؛ الغرض دینی تعلیم یافتہ عورت وہ سب کچھ بہت آسانی سے کرسکتی ہے جو اسلام چاہتا ہے، اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو جائے تو منفی نتیجہ کیسا خوف ناک ہوگا، اندازہ کرنا مشکل نہیں اور دینی تعلیم سے بے انتہا غفلت عورت کو شیطان بنادیتا ہے۔

لائق توجہ پہلو:

ضرورت اور وقت دونوں اس امر کے متقاضی ہیں کہ تعلیم نسواں کے حوالے سے مزید بیداری پیدا کی جائے اور اس کی جانب سنجیدگی سے توجہ دی جائے؛ لیکن اس سلسلے میں یہ امر بھی لائق توجہ ہے کہ عورتوں اور لڑکیوں کو تعلیم کے لیے محفوظ مقامات اور تعلیم گاہیں ہوں، عورتوں کی تعلیم کے لیے سب سے محفوظ اور ہر طرح کی برائیوں سے پاک جگہ، خود اس کا گھر ہے، گھر میں ایسا انتظام اگر مشکل ہو تو غیر اقامتی اسکول اور مدرسے ہیں، جہاں صرف لڑکیوں کو ہی تعلیم دی جاتی ہو اور تعلیم دینے والا تدریسی عملہ عورتوں پر ہی مشتمل ہو، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عالم اسلام کی معروف ہستی، اور متبحر عالم دین حضرت مولانا و مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی کی کتاب ہمارا تعلیمی نظام سے ایک اقتباس نقل کرکے مضمون ختم کیا جائے، لکھتے ہیں:

”تعلیم نسواں ایک مستقل چیز ہے اور مخلوط تعلیم ایک جداگانہ چیز ہے، ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ خلط وہی بے دین اور بے حمیت یورپ زدہ لوگ کرتے ہیں جو فروغ تعلیم نسواں کی آڑ میں مخلوط تعلیم کو فروغ دینا اور عام کرنا چاہتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی حدود میں رہ کر تعلیم نسواں کو زیادہ سے زیادہ عام کرنا چاہیے؛ تاکہ نئی نسل اعلیٰ اخلاق و کردار کی مالک بن سکے؛ مگر معاشی اعانت کے لیے عورتوں کی تعلیم کو ذریعہ بنانا غیر فطری بھی ہے اور غیر اسلامی بھی؛ اس لیے کہ قرآن حکیم بیوی بچوں کی کفالت کا ذمہ دار مرد کو قرار دیتا ہے اور اسلامی تعلیمات کی رو سے عورت کی ذمہ داری شرعی فرائض ادا کرنے کے بعد تمام جائز اور مباح امور میں شوہر کی اطاعت کرنا، اس کی حوائج اور سامان راحت و آسائش کو مہیا کرنا ہے؛ تاکہ بچے اور شوہر تفریح کے لیے گھر سے باہر جانے کی ضرورت ہی محسوس نہ کریں۔

آگے لکھتے ہیں:

لڑکیوں کا نصاب تعلیم، نظام تعلیم اور معیار تعلیم مذکورہ بالا مقاصد کے تحت مرتب و مدون اور مردوں سے بالکل الگ اور جداگانہ ہونا چاہیے...... اگر تعلیم نسواں سے اس کے صحیح فوائد حاصل کرنے ہیں تو مخلوط تعلیم کو ختم کرنا قطعی لازم ہے؛ اس لیے کہ مخلوط تعلیم تو اسلامی روح کے بھی قطعی منافی ہے اور ذہنی و فکری آسودگی اور اخلاقی پاکیزگی کے لیے بھی سم قاتل ہے، اس کی اجازت کسی صورت میں بھی نہیں دی جاسکتی ہے۔“ (ہمارا تعلیمی نظام، ص:۳۲)

اللہ ہمیں دینی تعلیم کے حصول کی توفیق دے اور ہمیں یہ سمجھنے کی بھی توفیق دے کہ ہماری اخروی و دنیوی؛ بلکہ اخلاقی، معاشرتی، معاشی اور تعلیمی فلاح و بہبود کا راز اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں ہی مضمر ہے، اس کے علاوہ سب نفس کا دھوکہ ہے، اس کا فائدہ عارضی اور وقتی ہے؛ ہم اسے سمجھیں، شریعت یہی چاہتی ہے، وقت یہی چاہتا ہے، سب سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہی چاہتے ہیں۔

۞۞۞

حقوق العباد کی اہمیت

ابونصر فاروق

یہ بات عام طور پر سب لوگ اور خاص طور پر مسلمان خوب جانتے ہیں کہ ہر انسان پر اس کے پیدا کرنے والے اللہ کا بھی حق ہے اور اس کے جیسے بے شمار انسانوں کا بھی اس پر حق ہے۔مگر کم لوگ یہ جانتے ہیں کہ کسی انسان کا حق ادا کرنا بھی انسان کا فرض ہے اور اس کو اس فرض میں کوتاہی،غفلت یا بد دیانتی کے لیے اللہ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا اور اس کے عوض عذاب کا حقدار بننا پڑے گا۔جب کسی مسلمان پر مذہبیت کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ خوب نماز،اذکار اور مذہبی باتوں میں مشغول ہو جاتا ہے اور اپنی وضع قطع بھی مذہبی لوگوں کی طرح بنالیتا ہے۔اس آدمی کو نہیں معلوم کہ دین کیا ہے،اس کے تقاضے کیا ہیں اور اہل ایمان پر کیا کیا چیزیں فرض ہیں،حقوق العباد کا کیا مقام ہے؟ دین سے بے علم اور غافل لوگ اس کو متقی اور پرہیز گار سمجھنے لگتے ہیں۔عام آدمی تو درکنار بہت سے عالم اور فاضل حقوق العباد کے ایسے گناہ کرتے رہتے ہیں کہ جن کو علم اور شعور رکھنے والا ایک معمولی مسلمان بھی نہیں کرنا چاہے گا۔کسی بھی انسان پر اللہ کا حق کیا ہے؟ اس کا علم اس حدیث سے ہوتا ہے: ''رسول اللہؐ نے فرمایا: اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اسی کی بندگی کریں اور بندگی میں کسی غیر کو ذرا بھی ساجھی نہ بنائیں۔اللہ کی بندگی کرنے والوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ انہیں عذاب نہ دے''۔(بخاری،مسلم) حقوق العباد کا اردو ترجمہ ہے بندوں کے حقوق۔اللہ تعالیٰ کے حق کے بعد بندوں کے حق کی کیا اہمیت ہے؟ اس کا اندازہ اس حدیث سے کیجئے:

''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے لوگوں سے پوچھا کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ لوگوں نے کہا: مفلس ہمارے یہاں وہ شخص کہلاتا ہے،جس کے پاس نہ درہم ہو نہ اور کوئی سامان۔رسول اللہﷺ نے فرمایا: میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن اپنی نماز،روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ اللہ کے پاس حاضر ہوگا اور اسی کے ساتھ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی،کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال مار کھایا ہوگا،کسی کو قتل کیا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا تو ان تمام مظلوموں میں اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی، پھر اگر اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور مظلوموں کے حقوق باقی رہ جائیں گے تو ان کی خطائیں اس کے اعمال نامے میں شامل کردی جائیں گی اور پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا''۔(مسلم)

اس وقت ایسے مسلمانوں کا جو دین وشریعت سے غافل ہیں اور ایسے مسلمان جو مذہب کی پیروی کرنے والے سمجھے جاتے ہیں۔دونوں کے اعمال واشغال اور افکار وخیالات کو دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ یہ لوگ دین کی حقیقت سے بالکل غافل ہیں۔بے دین مسلمان سمجھتے ہیں کہ نماز روزہ وغیرہ سے زیادہ بڑی نیکی انسانوں کی مدد اور خدمت کرنا ہے،اس طرح وہ شریعت کی فرض عبادت سے غافل اور محروم رہتے ہیں۔اس کے برخلاف جو لوگ محض نماز اور روزے کی پابندی کو دینداری سمجھتے ہیں،وہ اللہ کے بندوں کے حقوق ادا کرنے سے غافل اور محروم رہتے ہیں۔حقوق العباد میں اہم باتیں کیا کیا ہیں ان کا کچھ ذکر یہاں کیا جاتا ہے:

(۱) ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ روایت کرتے

ہیں، رسول اللہؐ نے فرمایا: چار خصلتیں جس شخص میں پائی جائیں وہ پکا منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے ایک خصلت پائی جائے تو یہ نفاق کی ایک علامت ہوگی، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ کرے۔'' (بخاری، مسلم)

امانت میں خیانت کرنے والا، جھوٹ بولنے والا، وعدہ خلافی کرنے والا اور گالی گلوچ کرنے والا منافق ہے اور جو منافق ہے یا نفاق کی کوئی علامت رکھتا ہے، اس کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرمائے گا، اس لیے کہ یہ آدمی خیانت، جھوٹ، وعدہ خلافی اور گالی گلوچ کے ذریعے بندگان خدا کا حق مارتا رہتا ہے۔

(۲) ''رسول اللہؐ نے فرمایا: رشتہ داروں سے کٹ کر رہنے والا جنت میں نہیں جائے گا''۔ (مسلم) رشتہ داری کی کتنی اہمیت ہے؟ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، یعنی رشتہ داروں سے کٹ کر رہنے والا اور اپنے غریب ضرورت مند رشتہ داروں کی مدد اور خدمت نہ کرنے والا اتنا بڑا گنہگار ہے کہ اس کی کوئی عبادت اس کو جنت کا حقدار نہیں بنا سکے گی اور وہ جہنم میں چلا جائے گا۔ دور حاضر میں ملت کے اندر رشتہ داریوں کا کیا حال ہے؟ اس کو سب جانتے ہیں۔

(۳) ''نبیؐ نے فرمایا ہے کہ مسلم معاشرے کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جہاں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جا رہا ہو اور مسلم گھرانے کا بدترین گھر وہ ہے جہاں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ بدسلوکی کی جا رہی ہو''۔ (ابن ماجہ) بہت سے خاندان ایسے ہوتے ہیں جہاں باپ کے مر جانے کے بعد یتیم بچے اور بچیاں دادا، نانا، چچا، ماموں، پھوپھا، بھائی یا بہن کے گھر رہتے ہیں۔ ان یتیم بچوں کا یہ حق ہے کہ اپنے بچوں سے زیادہ ان کا لحاظ رکھا جائے اور ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت میں کوئی کمی نہ کی جائے۔ لیکن دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ گھر والے اس یتیم کی مجبوری کا فائدہ اٹھا کر اس کو ملازم بنا لیتے ہیں اور اس غریب سے ایسے ایسے کام لیتے ہیں جو وہ اپنے بچوں سے کرانا پسند نہیں کرتے۔ اس طرح وہ اپنے گھر کو معاشرے کا بدترین گھر بنا لیتے ہیں۔

(۴) رسول اللہؐ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ صرف پاکیزہ مال کو ہی قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہی حکم دیا ہے...... پھر ایک ایسے آدمی کا حضورؐ نے ذکر کیا جو لمبی دوری طے کر کے مقدس مقام (خانہ کعبہ) پر آتا ہے، غبار سے اٹا ہوا ہے۔ گرد آلود ہے اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے، اے میرے رب! اے میرے رب! (اور دعائیں مانگتا ہے) حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے اس کا پانی حرام ہے اس کا لباس حرام ہے اور حرام پر ہی وہ پلا ہے تو ایسے شخص کی دعا کیوں کر قبول ہو سکتی ہے؟''۔ (مسلم)

جب آدمی اپنے عہدے اور منصب کا فائدہ اٹھا کر لوگوں کی مجبوری کے تحت ان سے غلط طریقے سے مال وصول کرتا ہے تو یہ مال حرام ہو جاتا ہے۔ بے ایمانی، دھوکے اور جھوٹ بول کر کمایا ہوا مال حرام ہو جاتا ہے۔ جو لوگ غلط طریقے سے مال کما کر راتوں رات دولت مند بن جانا چاہتے ہیں، وہ مسلسل بندگان خدا کا حق مارتے رہتے ہیں اور بدترین قسم کا گناہ کرتے رہتے ہیں۔ حرام مال کمانے والے برے لوگ اپنے ساتھ اپنے اہل و عیال کو بھی حرام مال کھلا کر ان کی دنیا اور آخرت برباد کرتے رہتے ہیں۔

(۵) ''حضرت سعید بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: جس کسی نے ظالمانہ طور پر کسی کی بالشت بھر زمین لے لی تو قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق اس کے گلے میں پہنایا جائے گا''۔ (بخاری، مسلم) دولت اور جائیداد کی ہوس انسان کو حلال اور حرام کے تصور سے محروم کر دیتی ہے اور انسان ہوس میں مبتلا ہو کر بہ ظاہر مذہبی ہوتے ہوئے ظلم کرنے لگتا

ہے۔ زمین کا تنازع مسلم ملت میں ایک عام بات ہے۔ زمین پر ناجائز قبضہ کرنا کیسا گناہ ہے؟ اگر مسلمان اس کو سمجھ لے اور دوسروں کی حق تلفی سے محفوظ رہ جائے تو یہ کتنی بڑی نیکی ہے اور اس کے سبب وہ کتنے بڑے عذاب سے بچ جائے گا۔

(۶) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

جس آدمی کی دو بیویاں ہوں اور اس نے ان کے ساتھ منصفانہ اور مساویانہ برتاؤ نہیں کیا تو ایسا شخص قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کا آدھا جسم گر گیا ہوگا''۔ (ترمذی)

بعض لوگ شوق سے یا کسی ضرورت کے تحت دو شادیاں کر لیتے ہیں اور دوسری شادی کے بعد پہلی بیوی سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ اگر مسلمان اس حدیث کو پڑھ لیں اور اس ظلم و زیادتی کے انجام سے ڈریں تو دوسری شادی کرنے سے پہلے سو بار سوچے گا اور دوسری شادی کرلے گا تو ہرگز کسی ایک بیوی کو اس کے حق سے محروم کر کے حقوق العباد کا گناہ نہیں کرے گا۔

(۷) ''حضرت اَوسؓ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص کسی ظالم کا ساتھ دے کر اسے قوت پہنچائے جب کہ وہ جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے خارج ہوگیا''۔ (مشکوۃ) جان بوجھ کر کسی ظالم کی تائید و تقویت دراصل مظلوم کی حق تلفی اور اس سے عداوت کرنا ہے۔ تعصب، ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے لوگ اپنے اور بیگانے کا فرق کر کے مظلوم کی حق تلفی اور ظالم کی مدد کرتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ ایسا کر کے وہ مسلمان ہی نہیں رہتے ہیں۔

(۸) حضرت ابوسعیدؓ اور جابرؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہؐ نے فرمایا:

غیبت زنا سے زیادہ سخت جرم ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! غیبت کس طرح زنا سے زیادہ سخت جرم ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ایک شخص زنا کرنے کے بعد جب استغفار کرتا ہے تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے، مگر غیبت کرنے والے کی مغفرت اس وقت تک نہیں ہوتی ہے، جب تک کہ وہ شخص اس کو معاف نہ کردے، جس کی اس نے غیبت کی ہے''۔ (مشکوۃ)۔

ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں

رسول اللہؐ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسولؐ ہی زیادہ واقف ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کا تذکرہ ایسے ڈھنگ سے کرے جسے وہ ناپسند کرے۔ لوگوں نے آپؐ سے کہا: اگر میرے بھائی میں وہ بات موجود ہو جسے میں کہہ رہا ہوں تب بھی یہ غیبت ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا: اگر وہ بات اس کے اندر ہو تو یہ غیبت ہوئی اور اگر وہ بات اس کے اندر نہیں پائی جاتی ہے تو یہ بہتان ہوگا''۔ (مشکوۃ)

غیبت کا گناہ مسلم معاشرے میں کھلے عام ہوتا رہتا ہے۔ قرآن میں غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت کھانا کہا گیا ہے۔

(۹) ''حضرت ابوفسیلہؓ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہؐ سے پوچھا: اپنے لوگوں سے محبت کرنا عصبیت ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، یہ عصبیت نہیں ہے، عصبیت (یعنی تعصب اور فرقہ واریت) یہ ہے کہ آدمی ظالمانہ کارروائیوں میں اپنے لوگوں کی مدد کرے۔ (مشکوۃ) اس وقت مسلم ملت میں ذات برادری کا جو مسئلہ پیدا کیا گیا ہے اس کے حامی اور ہم نوا کیا اس فرمان رسولؐ کا احترام کریں گے اور اپنے عمل کا جائزہ لیں گے؟

(۱۰) ''حضرت تمیم داریؓ کا بیان ہے رسول اللہؐ نے فرمایا: دین نام ہے وفاداری اور خیرخواہی کا۔ یہ بات آپؐ نے تین بار دہرائی۔ پوچھا گیا کس کے ساتھ وفاداری اور خیرخواہی؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ، اس کے رسول، اس کی کتاب، مسلمانوں کے امیر اور عام اہل اسلام کے ساتھ''۔ (مسلم)

بہتان-ایک وبائی مرض

مولانا طارق شفیق ندوی

کسی پر تہمت اور غلط الزام لگانے کو بہتان کہتے ہیں، یعنی کسی شخص کی طرف ایسی بات منسوب کرنا جو اس نے نہ کہی ہو یا کسی کی جانب ایسا فعل منسوب کرنا جو اس نے نہ کیا ہو۔ یہ انتہائی گھناؤنی حرکت اور منافقانہ روش ہے، جس کا کسی ایسے مسلمان سے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے جس کے دل میں خوف خدا ہو اور آخرت میں باز پرس کا ڈر ہو۔ الزام تراشی، اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک سخت ناپسندیدہ اور سنگین گناہ کا کام ہے؛ لیکن افسوس کی بات ہے کہ الزام تراشی کا مرض وبائی صورت اختیار کر گیا ہے، یہ روگ ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح چاٹ رہا ہے، جہاں کسی سے اختلاف ہوا۔ خواہ یہ اختلاف مسلک کا ہو، نظریے کا ہو یا سیاسی ہو، اس پر کوئی الزام تھوپ دیا جاتا ہے، اس کی طرف کوئی غلط بات منسوب کر دی جاتی ہے، مخالف کو نیچا دکھانے، اس کی ساکھ کو مجروح کرنے اور معاشرے میں اس کی قدر ومنزلت کم کرنے کے لیے بہتان تراشی نے فیشن کی صورت اختیار کر لی ہے۔ سیاست میں اور بالخصوص الیکشن کے زمانے میں بہتان سکہ رائج الوقت بن جاتا ہے۔ اپنے حریف اور مدمقابل کو ناکام بنانے کے لیے اسے سب سے زیادہ کامیاب حربہ سمجھا جاتا ہے۔

بہتان تراشی تقریروں میں ہوتی ہے، اخباری بیانات کے ذریعہ ہوتی ہے اور نجی محفلوں میں ہوتی ہے۔ یہ گھناؤنا کام کھلے عام بھی ہوتا ہے اور انتہائی راز داری کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ ایک شخص انتہائی احتیاط اور راز داری کے ساتھ دوسرے کے کان میں کہہ دیتا ہے۔ دوسرا راز داری کے ساتھ تیسرے کو اور تیسرا چھوتھے کو، اس طرح پورے معاشرے میں وہ بات پھیل جاتی ہے۔ جس شخص کے بارے میں جھوٹ بات کہی گئی ہے، اس کے خلاف پوری فضا میں زہر گھل جاتا ہے اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ نہ اسے خبر ہوتی ہے اور نہ اسے صفائی کا موقع ملتا ہے۔

معاشرے میں کسی برائی کے عام ہونے اور پھیل جانے سے اس کی سنگینی کم نہیں ہو جاتی ہے؛ بلکہ اس کے بارے میں لوگوں کی فکرمندی بڑھ جاتی ہے اور اصلاح حال کے لئے دوڑ دھوپ شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن افسوس کی بات تو یہ ہے کہ بہتان اور الزام تراشی کے روگ کے بارے میں معاشرے میں کوئی پریشانی اور کوئی بے چینی نظر نہیں آتی؛ بلکہ اسے ایک فیشن یا ایک ناگزیر ضرورت سمجھ کر انگیز کر لیا گیا ہے۔ مرض سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ مریض اپنے کو تندرست سمجھنے لگے اور علاج کی فکر چھوڑ دے۔ مسلم معاشرے کی آج یہی کیفیت ہو گئی ہے۔

قرآن پاک میں بہتان اور تہمت لگانے کی سخت مذمت کی گئی ہے اور مسلمانوں کو اس کے وبال سے ڈرایا گیا ہے۔

> ''جو لوگ ایمان والوں اور ایمان والیوں کو بغیر اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو، تہمت لگا کر ایذا پہنچاتے ہیں، انہوں نے ایک بڑے بہتان اور صریح گناہ کا وبال اپنے اوپر لے لیا ہے۔'' (سورہ احزاب:۵۸)

افک کا واقعہ مشہور ہے، منافقین نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر ایک بے سروپا الزام لگا کر مدینہ منورہ کی پاکیزہ فضا کو زہر آلود کر دیا، اس وقت لوگ تین حصوں میں بٹ گئے تھے، پہلا گروہ الزام لگانے والے منافقین کا تھا، چند اہل ایمان بھی اپنی سادگی میں منافقین کے جال میں پھنس گئے تھے، دوسرے گروہ نے سنتے ہی کہہ دیا کہ یہ محض جھوٹ اور بہتان ہے، تیسرے گروہ نے خاموشی اختیار کر لی کہ جب تک تحقیق نہ ہو جائے زبان نہ کھولنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی خاموشی کو پسند نہیں فرمایا؛ بلکہ سرزنش کی اور جس پیرایہ بیان میں اس گروہ کو خطاب کیا، اس کے انداز اور تاثیر کو ترجمہ میں منتقل کرنا دشوار ہے۔ عربی کا ذوق رکھنے والے ہی اس کو جان سکتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے: **(بقیہ صفحہ ۳۳ پر)**

اعلامیہ

چوبیسواں اجلاسِ عام آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، جے پور

مؤرخہ ۲۲ر مارچ ۲۰۱۵ء

ادارہ

ہمارا ملک ہندوستان مختلف مذاہب، مختلف تہذیبوں اور مختلف زبانوں کا گلدستہ ہے، اس کی پہچان کثرت میں وحدت اور اس کا امتیاز تنوع اور باہمی رواداری ہے، اسی خصوصیت کی وجہ سے بجا طور پر اس کو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت قرار دیا جاتا ہے، یہاں صدیوں سے مختلف قومیں آباد رہی ہیں اور انہوں نے بھائی بھائی بن کر اس ملک کو سنوارنے، اس کو ترقی دینے اور اس کی حفاظت کرنے میں سرگرم کردار ادا کیا ہے، ان ہی اصولوں پر ملک کا دستور مرتب ہوا اور اس ملک میں آباد تمام اکائیوں کو اپنے تشخصات کے ساتھ رہنے کا موقع فراہم کیا گیا، یہی اس ملک کا حسن ہے، اسی سے دیرپا امن قائم رہ سکتا ہے، اسی میں ملک کی سالمیت مضمر ہے اور اسی کے ذریعہ ہم بین الاقوامی برادری میں اپنے وقار کو قائم رکھ سکتے ہیں، اس لئے:

⊙ بورڈ تمام مسلمان اور غیر مسلم باشندگان ملک سے اپیل کرتا ہے کہ وہ وطن عزیز کی اس پہچان کو باقی رکھیں، اس کے چہرہ پر فرقہ پرستی کا داغ نہ لگنے دیں اور ایک دوسرے کے مذہبی وثقافتی تشخصات کا احترام کریں۔

⊙ حکومت خواہ کسی پارٹی کی ہو، دستور کا احترام اور ملک کے جمہوری اقدار کی حفاظت اس کا فریضہ ہے؛ اس لئے کوئی بھی ایسی کوشش قبول نہیں کی جاسکتی، جو ملک کے تکثیری ڈھانچہ کو نقصان پہنچائے اور اس کی جمہوری روایات کو متأثر کردے۔

⊙ یہ ایک حقیقت ہے کہ ملت اسلامیہ برادران وطن کے سامنے اسلام کی عدل وانصاف پر مبنی انسانیت نواز اور رحم دلانہ تعلیمات کو کما حقہ پیش نہیں کرسکی ہے، نہ زبان وقلم کے ذریعہ اس سلسلہ میں مناسب کوششیں کی گئیں، نہ جدید ذرائع ابلاغ کو ہم نے اس سلسلہ میں استعمال کیا اور نہ اخلاق وکردار کے ذریعہ ہم نے اسلام کی حقیقی تصویر برادران وطن کے سامنے پیش کی، اس لئے پوری امت کا فریضہ ہے کہ وہ پوری اہمیت کے ساتھ اس اہم کام کی طرف متوجہ ہو، برادران وطن کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر پیش کی جائے، فرقہ پرست عناصر جو غلط فہمیاں پیدا کرتے ہیں، ان کا جواب دیا جائے، مسلمانوں کی تاریخ کو مسخ کرنے کی جو نازیبا اور غیر حقیقت پسندانہ کوششیں ہورہی ہیں، علم ودلیل کے ذریعہ ان کا جواب دیا جائے اور اس بات کو ملحوظ رکھا جائے کہ برادران وطن کی غالب اکثریت انصاف پسند، امن دوست؛ البتہ صحیح صورت حال سے ناواقف ہے؛ لہٰذا اگر حقائق ان پر واضح ہوجائیں تو امید ہے کہ وہ غلط فہمیوں کے دام سے باہر نکل آئیں گے اور ملک میں بھائی چارے کی فضا قائم ہوگی۔

⊙ ہر گروہ میں فکر ونظر کا اختلاف موجود ہوتا ہے، مسلمانوں میں بھی مسلک ومشرب کا اختلاف پایا جاتا ہے؛ لیکن دین کی بنیادی باتوں پر پوری امت کا اتفاق ہے، اس وقت امت اسلامیہ ہند جس صورت حال سے دوچار ہے، وہ حد درجہ قابل توجہ اور لائق فکر ہے، اس وقت اگر مسلمانوں نے اپنی صفوں میں وحدت پیدا نہیں کی تو خطرہ ہے کہ ملک دشمن، قوم دشمن اور فرقہ پرست طاقتیں اپنی سازش میں کامیاب ہوجائیں؛ اقلیتوں کو ان کے حقوق سے محروم کردیا جائے اور ملک کے

دستوری ڈھانچہ کو تبدیل کرنے کی کوشش میں کامیاب ہوجائیں، اس لئے تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ ملت کے مشترکہ مفادات کے لئے متحد رہیں، اور مسلک و مشرب کے اختلاف کے باوجود اپنی صفوں میں بکھراؤ نہ پیدا ہونے دیں۔

⊙ اسلامی نقطۂ نظر سے دین کے معاملہ میں جبر و اکراہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے، اسلام کی اشاعت اس کی ان تعلیمات کی وجہ سے ہوئی ہے، جو حد درجہ عقل و فطرت سے ہم آہنگ ہیں، اور جن میں انسانی مصلحتوں اور ضرورتوں کی پوری رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے، مگر افسوس کہ بعض عناصر تبلیغ مذہب کے بنیادی حق کو پامال کرنے کے درپے ہیں، دوسری طرف مسلمانوں کی جہالت، غربت اور ان کی مجبوریوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تبدیلی مذہب کے سلسلہ میں غیر قانونی طور پر جبر و دباؤ اور تحریص کی صورت اختیار کی جارہی ہے، یہ انتہائی غلط اور ناقابل قبول ہے، نہ صرف مسلمان اس کے خلاف ہیں؛ بلکہ دوسری مذہبی اقلیتیں اور اکثریتی فرقہ کے انصاف پسند لوگ بھی اس کو پسند نہیں کرتے ہیں، اس لئے مسلمانانِ ہند سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ اپنے فکر و عقیدہ اور دین و شریعت پر پوری قوت کے ساتھ ثابت قدم رہیں اور اپنے ان بھائیوں کی بھی فکر کریں جو دور دراز دیہاتوں اور شہر کے مسلم محلوں میں تھوڑی تعداد میں آباد ہیں، ایسے علاقوں پر نہ صرف نظر رکھیں؛ بلکہ وہاں مبادیات دین کی تعلیم کا پورا اہتمام کریں، تاکہ ان کی جہالت اور پسماندگی کا فائدہ اٹھا کر دھوکہ نہ دیا جاسکے، اسی طرح نہ اپنے زیر انتظام تعلیمی اداروں میں مشرکانہ افعال کو قبول کیا جائے۔ نہ ایسے اداروں میں اپنے بچوں کو داخل کیا جائے، جہاں اس طرح کی تعلیم دی جاتی ہو، اور اگر سرکاری اسکولوں میں اس طرح کا عمل کیا جائے تو افہام و تفہیم کے ذریعہ اور اگر یہ کافی نہ ہو تو قانونی چارہ جوئی کے ذریعہ پُرامن طریقہ پر اس کو روکنے کی کوشش کی جائے؛ کیونکہ یہ صرف مسلمانوں اور مذہبی اقلیتوں کے ساتھ حق تلفی نہیں ہے؛ بلکہ یہ ملک کے دستور اور وطن عزیز کی مسلمہ جمہوری قدروں کے ساتھ کھلواڑ ہے۔

⊙ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ملت اسلامیہ ہند کا متحدہ پلیٹ فارم ہے، اس کی آواز پوری ملت اسلامیہ کی آواز ہے اور بورڈ کی طاقت مسلمانوں کا اس پر بھرپور اعتماد اور بھروسہ ہے، بورڈ نے ہمیشہ تحفظ شریعت کے معاملہ میں امت کی رہنمائی کی ہے اور اس کی دعوت پر تمام مسلمانوں نے لبیک کہا ہے، اس وقت جو صورت حال درپیش ہے، ممکن ہے کہ اس کے تدارک کے لئے کسی مرحلہ پر بورڈ آپ کو آواز دے، جب بھی ایسا موقع آئے تو پوری ملت کو چاہئے کہ وہ اتحاد و یکجہتی کا ثبوت دیتے ہوئے اس آواز پر لبیک کہے اور اس ملک میں اپنی دینی شناخت کی حفاظت کے لئے ایسی کوششوں کا بھرپور تعاون کرے، یہ ہم سب کا ملی فریضہ ہے۔

⊙ صبر کامیابی کی کلید ہے، جو لوگ صبر سے کام لیتے ہیں، اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے، لیکن صبر کے معنی ظلم کے سامنے سرنگوں ہوجانا نہیں ہے؛ بلکہ صبر سے مراد ہے اشتعال سے بچتے ہوئے مؤثر تدبیر کا اختیار کرنا، فرقہ پرست طاقتیں چاہتی ہیں کہ مسلمان مشتعل ہوجائیں اور خاص کر مسلم نوجوان بے قابو ہوکر قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیں، اس طرح مسلمانوں کو رسوا اور تنہا کردیا جائے اور ان کے خلاف ظلم و زیادتی کرنے کا جواز ہاتھ آجائے، اس لئے ہمیشہ اور خاص کر موجودہ صورت حال میں مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ پرامن طریقہ پر قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے جدوجہد کریں اور ہرگز بے برداشت نہ ہوں، جن لوگوں کے پاس دلیل کی طاقت نہیں ہوتی وہ تشدد اور اشتعال انگیزی کا سہارا لیتے ہیں، ہم ایک داعی امت ہیں، ہم آخری کتاب الٰہی کے حامل ہیں، ہمارے پاس اسلام کی روشن تعلیمات ہیں کہ اگر ان کو صحیح طور پر پیش کیا جائے تو غلط فہمیوں کی تاریکی چھٹ جائے؛ اس لئے ہمیں مشتعل اور بے برداشت ہونے کے بجائے دلیل و حکمت کے ساتھ اپنا داعیانہ فریضہ ادا کرنا چاہئے، یہی ہماری سب سے بڑی طاقت ہے اور اسی طریقہ پر ہم اللہ کی مدد حاصل کرسکتے ہیں۔

❁ ❁ ❁

کارگزار جنرل سکریٹری بورڈ کا ایک اہم مکتوب

محترم ومکرم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے آپ اور گھر کے سب لوگ خیریت وعافیت سے ہوں، آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ:

۱- اس کائنات کی چھوٹی چھوٹی چیز میں بھی کوئی نہ کوئی فائدہ اور کچھ نہ کچھ تاثیر ہے، سورج، چاند، ستارے، ہوائیں، سمندر یہ سب ایک پروردگار کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں، جسے اس نے انسانوں کی مختلف ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے بنایا ہے، انسانوں کو ان چیزوں سے فائدہ اٹھانا چاہئے، اور ہماری ذمہ داری ہے کہ اللہ کی بندگی کریں، اسی کے سامنے جھکیں، اسی سے دعائیں مانگیں، اور یہ نہ بھولیں کہ جو چیزیں انسانوں کے لئے بنائی گئیں ہیں، ان کے سامنے جھکنا، نمشکار کرنا، بندگی کرنا یا ان سے کچھ مانگنا انسانوں کی توہین ہے۔

۲- مسلمان جو کچھ کہیں یا کریں وہ بہت سوچ سمجھ کر اور ہر پہلو پر غور کر کے کہیں، اور پوری تحقیق کر لیا کریں، انہیں یاد رکھنا چاہئے، وہ ایک ایسی ملت ہیں، جس کے پاس توحید کا عقیدہ ہے، جو انتہائی ٹھوس اور مضبوط علمی اور عقلی بنیادوں پر قائم ہے، مسلمانوں کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارے ملک میں ایسے لوگ بھی ہیں، جو ان سے اور ان کی نسلوں سے یہ عقیدہ چھین لینا چاہتے ہیں، اور کسی نہ کسی ترکیب سے ان کو اپنے مشرکانہ برہمنی رنگ میں رنگ لینا چاہتے ہیں ـــــ اسی ترکیب کا ایک حصہ سوریہ نمشکار، یوگا اور وندے ماترم ہیں، جن کا تعلق برہمنی دھرم اور ویدک کلچر سے ہے، اور ان چیزوں کا عقیدۂ توحید سے ٹکراؤ ہے۔

۳- آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ۷رجون کو لکھنؤ میں منعقد مجلس عاملہ میں ایک بار پھر سوریہ نمشکار اور یوگا کے بارے میں پالیسی واضح کر دی ہے ـــــ سوریہ نمشکار سورج کی پوجا ہے، اور یوگا بھی ایک طرز عبادت ہے، اور بھگتی کا ایک طریقہ ہے، جس کا پس منظر ماضی بعید سے ملا ہوا ہے، اور بھگوت گیتا کے ایک باب کا نام یوگا ہے ـــ شری کرشن جی نے شری ارجن جی کو یوگا کی تعلیم دی تھی، جو ''بھگوت گیتا باب نمبر ۔۶'' میں تفصیل کے ساتھ درج ہے، یوگا آسن میں سورج کی پہلی کرن کو پرنام کرتے ہیں، مختلف مرحلوں میں اشلوک پڑھے جاتے ہیں، جس کی ابتداء ''اوم'' سے ہوتی ہے ـــ اس طرح یوگا اور سوریہ نمشکار برہمنی دھرم اور رویدک کلچر کا اہم حصہ ہے۔

۴- مسلمانوں کو اور جو لوگ بھی اللہ کی وحدانیت کے قائل ہیں، انہیں سوریہ نمشکار، یوگا اور وندے ماترم سے الگ رہنا چاہئے، اور مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اسلام کو سمجھنے، ایمان کو مضبوط کرنے اور دین کے ہر ایک حکم پر عمل کرنے کی طرف اپنی توجہ بڑھا دیں۔

۵- یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یوگا ڈے ۲۱رجون کو منایا جا رہا ہے، اور وزیر اعظم شری نریندر مودی نے ۲۱رجون کو اقوام متحدہ سے ''یوم یوگا'' کے طور پر منانے کو منظور کرایا ہے، اور اسی دن آر ایس ایس کے بانی کیشو بلی رام ہیگڑے جی (۱۸۸۹ء-۱۹۴۰ء) نے آخری سانس لی تھی، اس طرح ایک طریقہ عبادت کے دن کو آر ایس ایس کی تاریخ ساز شخصیت سے جوڑا گیا ہے۔ اس پر بھی غور کرنا چاہئے۔

۶- مذہب وملت کی کسی تفریق کے بغیر ملک کے تمام شہریوں سے ہم کہنا چاہتے ہیں کہ ہمارے ملک کے آئین میں تمام شہریوں کو اپنے مذہب اور اپنی تہذیب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی دی گئی ہے، ساتھ ہی آئین میں یہ بھی صراحت ہے کہ بھارت کی حکومت سیکولر

رہے گی، حکومت کا کوئی مذہب نہیں ہوگا، حکومت کے کام اور حکومتی ادارے نہ کسی مذہب کی پیروی کریں گے، اور نہ کسی سے پیروی کرائیں گے، اس لئے سرکاری وسائل اور اختیارات کو کسی مخصوص مذہب یا کلچر کی ترقی اور استحکام کے لیے استعمال کرنا بھارت کے آئین کے خلاف ہے، آئین کا تقاضہ ہے کہ حکومتی ادارے حکومت کے زیر نظم چلنے والے کالج اور اسکول میں سوریہ نمشکار اور یوگا نہیں کرایا جائے۔

۷- یہ ذہن میں رہے کہ معاملہ اسکول میں یوگا اور سوریہ نمشکار سے غیر ہندو طلبہ کو الگ رکھنے کا نہیں ہے، وہ تو ان مشرکانہ اعمال میں شرکت کرہی نہیں سکتے، اصل معاملہ آئین ہند کے تقاضوں کو پورا کرنے اور سرکاری اداروں میں خلاف آئین کام کے روکنے کا ہے، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ بھارت کے آئین کے مطابق کام کرانا چاہتا ہے، اور غیر آئینی کاموں سے روکنا چاہتا ہے۔

۸- موجودہ صورتحال یہ ہے کہ حکومت اور اس کی آڑ میں مختلف تنظیمیں اور شخصیات آئین کی صریح خلاف ورزی کررہی ہیں، اس لیے ہم ملک کے تمام انصاف پسند شہریوں، تنظیموں اور جماعتوں کو آواز دیتے ہیں کہ وہ بھارت کے آئین کی حفاظت کے لئے ایک بھرپور اور متحدہ تحریک شروع کریں۔

۹- ہم ملک کے تمام شہریوں کی توجہ اس طرف بھی مبذول کرانا ضروری سمجھتے ہیں کہ موجودہ حکومت ۲۰۱۴ء کے پارلیمانی انتخاب کے موقع سے کئے گئے تعمیری وعدوں کی تکمیل نہ کرنے کی کمزوری کو چھپانے میں لگی ہے۔ خاص طریقہ پر مہنگائی کم کرنے اور کالے دھن کو واپس لانے اور دوسرے کئی وعدوں کو پورا کرنے میں بری طرح ناکام رہی ہے اور عوام کی توجہات تعمیری پہلوؤں سے ہٹا کر سوریہ نمشکار اور یوگا جیسے مسائل کی آڑ میں RSS کے ایجنڈے کو ملک پر تھوپنے کا کام کررہی ہے۔

۱۰- دوسرا معاملہ قدیم مسجدوں میں نماز پڑھنے کا ہے، حکومت ہند کا محکمہ آثار قدیمہ ان مساجد کی حفاظت کے نام پر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دیتا، ان مسجدوں میں بقیہ کئی کام ہوتے رہتے ہیں، اور ان کی بے حرمتی ہوتی رہتی ہے، حد یہ ہے کہ ان میں سے کئی مسجدوں میں زنا کاری، شراب نوشی، جوا اور دوسرے تکلیف دہ کھیل ہوتے رہتے ہیں، کہیں ان مسجدوں میں گائے اور بھینس بندھی ہوئی ہے—— محکمہ آثار قدیمہ ان میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دیتا، جب کہ اس کا قانون نماز پڑھنے سے روکتا نہیں ہے۔

۱۱- آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس صورتحال کو بدلنا چاہتا ہے، اور غلط کاموں پر سخت پابندی لگنے کیساتھ نماز پڑھنے، پڑھانے کے قانونی حق کا استعمال چاہتا ہے، مجلس عاملہ بورڈ منعقدہ ۷/جون ۱۵ء میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ پہلے مرحلہ میں اس مسئلہ کو دہلی ہائی کورٹ میں انصاف حاصل کرنے کے لیے پیش کرنا ہے، اور وہاں سے کامیابی حاصل کرنی ہے !

۱۲- آنجناب سے گذارش ہے کہ اپنے حلقۂ کار میں مذکورہ صورتحال سے لوگوں کو واقف کرانے کی زحمت فرمائیں، اور انہیں آمادہ کریں کہ وہ دوسرے بھائیوں تک ان باتوں کو پہونچائیں، ساتھ ہی ائمہ کرام جمعہ کے خطبہ میں انہیں موضوع بنائیں، تاکہ عام لوگوں کو صحیح علم ہو اور وہ مسلم پرسنل لا بورڈ کے اسٹینڈ کو سمجھیں —— ہم سبھوں کو یہ کام پورے اہتمام کے ساتھ کرنا ہے، تاکہ اگر تحریک چلانے کی ضرورت پڑے تو لوگ پہلے سے صحیح طور پر آگاہ رہیں۔

مجھے یقین ہے کہ آپ پوری توجہ دیں گے۔

والسلام

محمد ولی رحمانی

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، نئی دہلی

۱۵/جون ۲۰۱۵ء

This document was created with Win2PDF available at http://www.win2pdf.com.
The unregistered version of Win2PDF is for evaluation or non-commercial use only.
This page will not be added after purchasing Win2PDF.